یکے از مطبوعات بسم اللہ بیلی کیشنز

ماہنامہ مناقبِ صحابہ

فیصل آباد

جمادی الاول 1427ھ جون:2006

شمارہ نمبر 8 جلد نمبر 2

جگر گوشہ پیغمبر

سیدہ زینب

رضی اللہ عنہا

اسلام میں صحابہ کا مقام اور حیثیت

ابن امیر شریعت سید عطا المحسن بخاری کا ایمان افروز خطاب

سیدنا حضرت

سلمان فارسی

رضی اللہ عنہ

عہد رسالت میں صحابہ کی فقہی تربیت

مشتاق کے ثمرات

علامہ بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

سیرت و سوانح

سب کچھ اللہ ﷻ کا

علامہ علی شیر حیدری کی تقریر دلپذیر

ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ انٹرنیشنل کے زیر اہتمام کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان) میں
مجاہد فضل اکیڈمی انٹرنیشنل کے نام سے بے سہارا اور یتیم بچیوں کی مکمل پرورش
اور تعلیم وتربیت کیلئے اسلامی فلاحی سنٹر کے قیام پر

جناب حافظ عبدالحمید
بانی ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ ومجاہد فضل اکیڈمی

جناب حاجی امجد حسین
چیئرمین ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ

جناب حاجی محمد امجد جے پی
سیکرٹری ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ

جناب نصیر احمد ٹرسٹی
معاون ادارہ تعلیم القرآن ٹرسٹ

ودیگر اراکین ادارہ کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے

مبارکباد

انتظامیہ بسم اللہ پبلیکیشنز
علی سنٹر فسٹ فلور منشی محلہ گلی نمبر 8 جھولانہ بازار فیصل آباد
فون: 041-2604175 موبائل: 0300-7610220

Monthly Urdu Magazine

MANAQIB SAHABA

Faisalabad Pakistan

ماہنامہ مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم فیصل آباد

جمادی الاول 1427ھ جون 2006ء

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالغفار انور

مدیر: ڈاکٹر عبدالجبار علوی

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	نظم	4
2	اداریہ	5
3	سب کچھ اللہ کا	7
4	حضرت سلمان فارسیؓ	13
5	اسلام میں صحابہ کا مقام	15
6	سیدہ زینبؓ	25
7	عہد رسالت میں	29
8	حضرت علیؓ اور یہودی	33
9	علامات قیامت	35
10	پہلے اپنے گریباں میں	38
11	علامہ بدر عالم	41
12	نوجوانان ملت	46

ہدیہ -/18 روپے

سالانہ زرتعاون: 180 روپے

یکے از مطبوعات: بسم اللہ پبلی کیشنز

ترسیل زر اور خط و کتابت کیلئے: علی سنٹر، پہلی منزل، منشی محلہ، گلی نمبر 8، بھوانہ بازار۔ فیصل آباد

041-2604175 0300-7610220

CamScanner

گستاخ رسول کے عزائم مٹا دیئے ہیں تو نے

شہید عامر! عالم کفر کے نام ونشاں مٹا دیے ہیں تو نے
دنیا میں شہادت کے نام ونشاں دکھا دیئے ہیں تو نے

شہید عامر! عالم کفر میں بھر گیا تھا بغاوت کا کبر و غرور
شجاعت سے اپنی! ان کے سر اڑا دیے ہیں تو نے

شہید عامر! تا قیامت سلامت رہے گا پروگرام تیرا
گستاخ رسول کے عزائم مٹا دیئے ہیں تو نے

شہید عامر! دیار کفر میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
مسلمان ڈر نہیں سکتا مظالم ان کے دکھا دیے ہیں تو نے

شہید عامر! شہادت ہے ہر مسلمان کے لئے پیغام تیرا
اٹھو مسلمانو! جرأت کے ڈنکے بجا دیئے ہیں تو نے

شہید عامر حق نواز شیخ بھی اس راہ میں قربان ہوا
تحفظ ناموس رسالت کے پروانے دکھا دیئے ہیں تو نے

شہید عامر! الحمد للہ مل گئی جنت کی ہے تسکین تجھے
ارشاد کی تمنا کے خوشبو دار پھول کھلا دیئے ہیں تو نے

حافظ ارشاد احمد دیوبندی ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان

انڈونیشیا میں تباہ کن زلزلہ

ہر شخص انفرادی و اجتماعی طور پر اپنا محاسبہ کرے

27 مئی 2006ء علی الصبح 5 بج کر 54 منٹ پر انڈونیشیا کے قدیمی دارالحکومت یوگیا کارتا میں شدید ترین زلزلہ آیا' جس سے سرکاری و غیر سرکاری ذرائع ابلاغ کے مطابق 3500 کے لگ بھگ افراد ہلاک ہوئے۔ اس سے قبل اکتوبر 2004ء میں طاقتور زلزلے کے بعد سونامی طوفان سے انڈونیشیا میں ہی ایک لاکھ افراد لقمۂ اجل بنے۔

اگست 1999ء میں ترکی میں آنے والے زلزلوں کی تعداد 900 شمار کی گئی جو لاکھوں افراد کو اپنی آغوش میں لے گئے۔ گزشتہ سال دسمبر 2005ء میں آزاد کشمیر سمیت پاکستان کے اکثر بالائی حصے زلزلے کی زد میں آئے اور لاکھوں افراد شہر خموشاں میں جا بسے تا حال یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری ہے۔

متاثرین کے ساتھ اظہار ہمدردی اور نظام زندگی معمول پر لانے کے لئے ملکی و بین الاقوامی سطح پر معاونت انسانیت کے ناطے ہر انسان کی ذمہ داری اور اخلاقی فرض بنتا ہے جسے تقریباً پورا کیا جا رہا ہے۔ تمام مسلمانان عالم بالخصوص مذہبی تنظیمیں اور ادارے اس معاملہ میں قابل تقلید و تحسین ہیں۔ لیکن یہ کام ہنگامی اور عارضی ہے۔ مستقل اور حقیقی کام "عبرت" ہے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ دنیا کا مکمل نظام خدا کے قبضہ قدرت میں ہے کوئی پتہ بھی بغیر حکم خداوندی حرکت نہیں کر سکتا۔ زمین و آسمان' چاند سورج ستارے' پہاڑ و دریا' ارضی و سماوی نظام پر مکمل کنٹرول صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی کا ہے۔ نعمتوں کا نزول جس طرح خاص اوقات و احوال میں ہوتا ہے اسی طرح مصائب و تکالیف کا نزول بھی اسباب و ضوابط کے ماتحت ہے۔ بندوں پر کوئی تنگی یا مصیبت آتی ہے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس

"خشکی اور تری میں فساد لوگوں کی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے"

اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حالیہ زلزلوں کا سب سے اہم سبق یہی ہے کہ ہم عبرت حاصل کریں اور یہ سوچیں کہ خدائی فضل و کرم کے طفیل ہم اس آزمائش سے محفوظ رہے۔ لیکن ہماری یہ حفاظت دائمی اور مستقل اس وقت ہو سکتی ہے جب ہم میں سے ہر شخص انفرادی و اجتماعی طور پر اپنا محاسبہ کرے۔ اپنی مکمل لائف سروے کر کے اپنی خامیوں کو دور کرنے کی فکر اور گناہوں سے تائب ہو کر اپنا تعلق و رابطہ اس ذات سے مضبوط اور صحیح کرے جس نے...... وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بهم ...... اور ہم نے زمین پر پہاڑوں کو گاڑ دیا تا کہ زمین اس کے بسنے والوں کو ہلا نہ سکے۔ کا اعلان کر کے اہل زمین کو اپنے احسانات و اختیارات کی طرف متوجہ کیا۔ اس ذات کی آغوش رحمت میں آئے بغیر چارہ نہیں' جس کا دائرہ قدرت کائنات کی ہر شئے پر محیط ہے۔

کسی نے سوال کیا تھا کہ پوری روئے زمین کمان بن جائے اور آسمان تیر بن جائے تو بچاؤ کی صورت کیا ہو گی......؟ جواب دیا گیا کہ بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ تیر چلانے والے کے پہلو میں پناہ لے لی جائے۔ آج جبکہ پوری دنیا انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے طرح طرح کے مصائب کی آماجگاہ بن چکی ہے' ان حالات میں حاصل ہونے والا سبق یہی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی اصلاح کی کوشش ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اپنے اندرونی انقلاب لائے اور من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنے والا بن جائے اور یہ ایک ایسی زندگی ہے جس پر رب ذوالجلال نے......

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینه حیوۃ طیبه

"جس نے نیک عمل کئے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوں تو ہم ان کو پاکیزہ' پر امن' مصائب و تکالیف سے پاک دنیاوی زندگی عطا کریں گے"

کی بشارت سنائی۔

☆...... حافظ ارشاد احمد دیو بندی ظاہر پیر رحیم یار خان سے لکھتے ہیں کہ ”مناقب صحابہ“ کا معیار توبحمد اللہ خوب سے خوب تر ہو رہا ہے۔ یہ سب امور خلوص وللہیت کے جذبہ صادق کے مرہون منت ہیں۔ اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے یہ تبلیغی اصلاحی کام اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص توفیق سے ہی انجام دیئے جا سکتے ہیں۔ جبکہ اس دور میں سرمایہ کی قلت خصوصاً اشاعتی کام میں بڑی رکاوٹ ہے مگر پھر بھی اس رکاوٹ کے باوجود کام جاری ہے۔

☆☆☆

☆...... مولانا عبدالرحمن راشد میر پور خاص سندھ سے لکھتے ہیں کہ اس کٹھن اور مشکل دور میں اصلی اسلامی رسالوں میں سے چند گنے چنے رسالے رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک الحمد للہ ”مناقب صحابہ“ جریدہ بھی ہے۔ جس کے توسط سے ہمیں بھی اللہ کے فضل وکرم سے اپنے نبی اصحاب رسول اور اسلاف اہل حق کے خیالات کا اظہار کر لینے کا موقع مل جاتا ہے۔ مناقب صحابہ کا پہلا شمارہ موصول ہوا تو ہمیں بہت خوشی ہوئی اور دل کو سکون میسر آیا۔

نیا شمارہ مئی اپریل مئی 2006ء موصول ہوا جس کو پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اس شمارے کا سرورق دیکھا تو دل سے بے اختیار یہ جملہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خوش وخرم اور سلامت رکھے جس نے ”مناقب صحابہ“ میں سیرت النبی پر تمام مضامین لگا کر اس شمارے کو سیرت النبی نمبر بنا کر مناقب صحابہ کو چار چاند لگا دیے۔

☆☆☆

☆...... محمد اکرم خان پور ضلع شکار پور سے تحریر کرتے ہیں کہ ”مناقب صحابہ“ کا اجراء اس پر فتن دور میں اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے اور مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ماشاء اللہ ہر شمارہ اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک رسالے کے مسائل کو وسائل میں بدل دے تا کہ پوری دنیا میں پھیلنے کا سبب بنے۔ اس کے ساتھ ہی ہم خان پور ضلع شکار پور کی طرف سے آپ تمام اراکین کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس شمارے کے تمام مضامین بہت پسند آئے ہیں۔

طلباء کے لئے خوشخبری

میٹرک، ایف اے پاس طلباء وطالبات گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک قلیل مدت میں درج ذیل کورسز پاس کریں۔

فاضل عربی | وفاق المدارس عالیہ | ڈپلومہ ان اسلامک گریجوایشن | A.T.T.C | بی ایڈ عریبک

نیز اوپن یونیورسٹی کے کوڈ نمبر 608,221,207,310,435 کی گائیڈز اور سابقہ پرچہ جات حل شدہ وغیر حل شدہ دستیاب ہیں۔ پراسپیکٹس منگوانے کے لئے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجیں۔

فون نمبر : 041-3443182

موبائل : 0333-8382427

محمد عباس طور: پرنسپل عریبک کالج (رجسٹرڈ) نذیر ٹاؤن گلی نمبر 1 تاندلیانوالہ فیصل آباد

سب کچھ اللہ کا

علامہ علی شیر حیدری دامت برکاتہم

آج سن 2000ء کی ستائیس مئی آپ کے شہر برنے میں پہلی بار حاضری کا موقع ملا ہے۔ عنوان عظمت قرآن ہے۔ عظمت قرآن عنوان ایسا ہے کہ اس پر نہ بولا جائے تب بھی مہینے نہ سہی، سال نہ سہی، ہفتے نہ سہی...... لیکن کچھ دن اگر دن نہ سہی تو چند گھنٹے تو ضروری ہیں۔ لیکن میں اشارۃً چند باتیں اور چند تفصیلاً عرض کروں گا انشاءاللہ......

قرآن کریم کی جو آیت میرے سامنے آئی ہے اس کا سیدھا سادہ ترجمہ تو ہے کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے نازل کیا فرقان کو اپنے بندے پر، تاکہ وہ جہانوں کے لئے خبردار کرنے والا ہو۔ یہاں اللہ کریم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا۔ عبدہ سے مراد متعین ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور منزل کتاب کا نام قرآن نہیں بلکہ یہاں فرقان لیا ہے۔ عبدہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور فرقان قرآن پاک۔

آپ کو یاد ہوگا یہی عبدہ کا لفظ یہی لقب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا بیان ہوتا ہے...... سبحان الذی اسریٰ بعبدہ......اور یہاں پر...... تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ...... اور پھر مقام ارفع کا ذکر ہوتا ہے......ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی.........

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ...... تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ...... فاوحی الی عبدہ ما اوحی...... ھو الذی ینزل علی عبدہ اٰیات بینات...... ارایت الذی ینھی عبدًا اذا صلی......

یہ خاص بات ہے کہ اللہ کریم عبدیت مصطفوی کی نسبت کرتے ہیں اپنی ذات کی طرف...... عبدہ...... آپ کہتے ہیں یہ ہمارا آدمی ہے۔ یہ کسی خصوصی تعلق کی نشانی ہوتی ہے یا نہیں؟ (ہوتی ہے)

اللہ پاک جل شانہ کی طرف جب یہ نسبت ہوتی ہے تو یہ ہلکی بات نہیں ہے ساری کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب کس کی؟ (اللہ کی) کیوں:

مافی السمٰوات ومافی الارض وما بینھما

للہ مافی السمٰوات ومافی الارض......

زمین اللہ کی آسمان اللہ کا مافی سمٰوات اللہ کی۔ آسمان اللہ کا اور جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ بھی اللہ کا۔ زمین اللہ کی اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ بھی اللہ کا۔ سمندر اللہ کا اور جو کچھ سمندروں میں ہے وہ بھی اللہ کا۔ جنت اللہ کی اور جو کچھ جنت میں ہے وہ بھی اللہ کا۔

ہر چیز اللہ کی۔ اس زمین میں اگر جمادات ہیں وہ بھی اللہ کی۔ اس زمین میں حیوانات ہیں وہ سب اللہ کے۔ اس زمین میں اگر پودے ہیں، کھیتیاں ہیں وہ سب اللہ کی۔ اس زمین میں اگر انسان ہیں وہ سب اللہ کے۔ اس زمین میں اگر گھر ہیں وہ سب اللہ کے۔ گھر کو عربی میں کیا کہتے ہیں؟ (بیت) سارے گھر کس کے؟ (اللہ کے) جس گھر میں آپ رہتے ہیں وہ بھی اللہ کا، جس میں میں رہتا ہوں وہ بھی اللہ کا۔ جس میں حافظ صاحب رہتے ہیں وہ بھی اللہ کا، جس میں مولانا رہتے ہیں وہ بھی اللہ کا۔ یہ سارے گھر کس کے؟ (اللہ کے) تو پھر آپ کے گھر کو بیت اللہ کہیں؟ (نہیں) اللہ کا گھر؟ (نہیں) بھائی ہے نہیں اللہ کا؟ (ہے) تو پھر بیت اللہ کہیں؟ (نہیں) اللہ کا اسے بیت اللہ نہیں کہتے کہ یہ نسبت تملیکی نہیں، یہ نسبت تعظیمی ہے یہ نسبت تشریفی ہے۔

یہ ہے سب کچھ اللہ کا بیت اللہ نہیں کہیں گے۔

بیت اللہ کا ہے ملکیت اللہ کی ہے لیکن اس کی وہ حیثیت نہیں اس کی اتنی عظمت نہیں۔ اس کی وہ شان نہیں کہ اس اکیلے کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے۔ اس کی نسبت علی وجہ الاستقلال اللہ کی طرف کی جائے۔ اسے بیت اللہ نہیں کہا جائے گا۔ آپ کے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا۔ میرے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا۔ مولوی صاحب کے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا...... صدر کے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا...... وزیر اعظم کے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا...... بہت بڑے لینڈ لارڈ کے گھر کو بیت اللہ نہیں کہا جائے گا وہ ہے اللہ کا ملکیت اللہ کی ہے۔ لیکن اس کی وہ عظمت نہیں کہ اسے بیت اللہ کہا جائے کیونکہ.........

اس اضافت میں شرافت ہے

اس اضافت میں عظمت ہے

اس اضافت میں شان ہے

یہ اس شان کے لائق نہیں ساری دنیا میں جتنے کاغذ وہ سب اللہ کے، ساری کتابیں اللہ کی، لیکن اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا۔ کتابیں ساری ملکیت اللہ کی لیکن اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا جو کتاب آپ نے لکھی ہیں وہ بھی ملکیت اللہ کی، بھائی ہر چیز جو اللہ کی ہے۔

جو آسمانوں میں چیز ہے وہ اللہ کی ہے

جو زمینوں میں چیز ہے وہ اللہ کی ہے

تو پھر اگر زمین میں کوئی کتاب ہے وہ لکھیں آپ، لکھوں میں، لکھے کوئی وہ سب ملکیت تو ہے اللہ کی، لیکن اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا۔

جو گھر آپ کے رہنے کا ہے اسے بیت اللہ نہیں کہیں گے۔ جو میرے رہنے کا ہے اسے بیت اللہ نہیں کہیں گے۔ کیونکہ یہ اس عظمت کے لائق نہیں۔ یہ گھر اس عظمت کے لائق نہیں۔ بیت اللہ کہیں گے۔ یہ نسبت تشریفی ہوگی۔ یہ اضافت عظمت والی ہوگی۔ کتاب اللہ کہیں گے یہ نسبت بھی عظمت والی ہوگی۔

ساری کائنات میں ہیں سب لوگ اللہ کے سارے انسان اللہ کے، سارے بندے اللہ کے، وہ مانیں تب بھی اللہ کے نہ مانیں تب بھی اللہ کے۔ مومن

ہوں تب بھی اللہ کے، اگر کافر ہوں تب بھی اللہ کے، مومن تب بھی اللہ کے، مشرک تب بھی اللہ کے، مسلم تب بھی اللہ کے، عاصی تب بھی اللہ کے، صالح تب بھی اللہ کے، دوستی تب بھی اللہ کے۔ آپ کہتے رہیں ہم اس کے ہیں لیکن عزت اس کی ہے جسے وہ کہے یہ میرا ہے۔

آپ کہتے رہیں ہم اللہ کے، میں بھی کہوں میں اللہ کا، تو بھی کہے میں اللہ کا، یہ بھی کہیں میں اللہ کا، وہ بھی کہے میں اللہ کا۔۔۔ لیکن عظمت اس کی ہے جسے رب کہے یہ میرا ہے۔

رب کہتا ہے نسبت ہوتی ہے اب بھی کہتے ہیں یہ اللہ کا بندہ ہے اور قرآن کہتا ہے:

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔۔۔۔

یہ سورہ فرقان کی اخیر ہے۔ اس کی پہلی آیت میں نے ابھی پیش کی ہے۔

عباد الرحمٰن کی صفات:

"عباد الرحمن" اللہ کے بندے وہ لوگ ہیں جن میں یہ صفات ہوں۔ اب آگے صفات کا بیان ہے۔ آپ خود ہی پڑھ لیجئے گا ابھی میں کہیں اور چل رہا ہوں لیکن بتایا گیا۔ عباد الرحمٰن۔ یعنی رحمان کے بندے، انہیں اللہ نے خود کہا یہ میرے بندے ہیں۔ یہ ہیں عزت والے بھائی بندے تو باقی بھی اللہ کے تھے۔ لیکن یہ نسبت ملکیت کی ہے یہ سب مملوک اللہ کے ہیں۔ یہ ساری ملکیت اللہ کی ہے۔ لیکن جب رب یوں نسبت کرتا ہے تو یہ نسبت شان ہوتی ہے۔ یہ نسبت عظمت ہوتی ہے۔ یہ نسبت شرافت ہوتی ہے۔

اگر یہیں یہ بات بھی کر دوں:

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما

ہاں ہاں! جی اللہ کریم بیان فرما رہے ہیں کہ میرے بندے وہ ہیں۔ جن میں یہ صفات، جن میں یہ صفات، جن میں یہ صفات۔ اللہ کریم جب یہ بیان فرما رہے ہیں۔۔۔۔ اس کے بعد فرمایا

والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما

کہ میں نہ کہوں کہ میرے بندے ہیں۔ والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما کہ ساری ساری رات ان کی یوں گزرتی ہے کبھی سجدے میں ہوتے ہیں کبھی قیام میں ہوتے ہیں۔

اب جب اللہ جن کی یہ شان بیان کرتے ہیں۔ جن کی شان بیان کرتے ہیں کہ ان کی رات گزرتی ہے سجدے میں، ان کی رات گزرتی ہے قیام میں، ان کی رات گزرتی ہے مجھے یاد کرتے ہیں:

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔۔۔۔۔

وہ اللہ سے لالچ رکھتے ہیں، اللہ سے ڈر رکھتے ہیں۔ ڈرتے ہیں تو اللہ سے کسی اور سے نہیں ڈرتے۔ وہ اور کوئی ہو۔ فرمایا وہ ساری ساری رات مجھے پکارتے ہیں:

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا۔۔۔۔۔

انہیں امید بھی اللہ کی ذات سے، انہیں ڈر بھی اللہ کی ذات سے راتیں گزرتی ہیں۔ ان کے پہلو بستر سے الگ ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں! تو پھر انہیں اب کیوں نہ کہے کہ یہ میرے بندے ہیں۔

بھی بات ذرا روک کر سوچ لیجئے کہ جب رب ان کی عظمت بیان کر رہا ہے کہ ایسے ہیں۔ ایسے ہیں ایسے ہیں۔ جب رب بیان کر رہا ہے کہ یہ اتنی شان والے ہیں۔ یہ میرے بندے ہیں۔ یہ میرے ہیں اور وہ یوں کرتے ہیں۔ وہ یوں کرتے ہیں۔ یہ اس وقت ہیں بھی کہ یا ہیں نہیں؟ (ہیں) جب قرآن نازل ہو رہا ہے۔ جب جبرائیل یہ آیات اتار رہے ہیں۔ جب اللہ بھیج رہا ہے جب نازل ہو رہی ہیں۔ جب حضور یہ قرآن لے رہے ہیں پھر حضور سنا رہے ہیں۔ اس وقت یہ عباد الرحمن ہیں بھی کہ یا نہیں؟ (ہیں) وہ کون ہیں؟ (صحابہ) عباد الرحمن بعد میں آئیں وہ سجدے کریں وہ بھی عباد الرحمن بعد میں آئیں وہ رکوع کریں وہ بھی عباد الرحمن بعد میں آئیں وہ قیام کریں وہ بھی عباد الرحمن بعد میں آئیں ان کے نقش قدم پر چلیں۔ والذین اتبعوھم باحسان وہ بھی عباد الرحمن لیکن جب قرآن آ رہا ہے۔ اس وقت کے عباد الرحمٰن کون ہیں۔۔۔۔۔؟ (صحابہ کرامؓ)

ایک ہے کہ ہم کہیں کہ ہم تیرے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ کہے یہ میرے ہیں۔ فرق ہے نا؟ (بے شک) اور وہ کہے کہتا ہے۔ وہ عزت دیتے ہوئے، عظمت دیتے ہوئے اس ذات کریم کو کہتا ہے۔ جس کو ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ مالک اسے عبداللہ کہتا ہے وہ

انه لما قام عبدالله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا۔۔۔۔۔

ایک یہ ہے کہ تو اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھے کہ یہ اللہ کا بندہ ہے۔ ایک ہے کہ میں کہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ لیکن ایک یہ ہے کہ اللہ خود کہے کہ یہ میرا اصل بندہ ہے۔ اصل بندگی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھائی ہے اور باقی وہی بندے ہیں۔ جو ان کے تابع دار ہیں۔ ایک تو یہ کہ عظمت کی بات ہے۔

دوسری طرف یہ بھی سوچ لیجئے کہ جہاں کہیں دشمن نے حملہ کیا اللہ نے کہا کہ یہ میرا بندہ ہے:

ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور ابوجہل کہتا ہے نماز نہیں پڑھنے دوں گا۔ اللہ نے فرمایا۔

ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی دیکھا ہے جو ہمارے بندے کو روکتا ہے۔ جب ہمارا بندہ نماز پڑھتا ہے۔ وہ دیکھا جو اسے روکتا ہے۔۔۔۔ فرمایا ٹھیک ہے روک کر تو دکھا؟ ابوجہل نے کہا کہ سجدہ کیا تو میں سر پر لات رکھ دوں گا گردن پر لات رکھ دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں۔ ابوجہل بھاگا۔ جلدی جلدی آتا ہے تھوڑا قریب آ کر پھر پیچھے بھاگتا ہے "کیا ہوا تجھے کیا ہوا؟ تو لات رکھنے آیا تھا کیوں بھاگا جا رہا ہے؟ ابھی گرا، پیچھے والوں نے پکڑا کیا ہوا؟ کہتا ہے جیسے ہی میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر لات رکھنے کا سوچا اچانک مجھے ادھر بھی ادھر بھی دو شیر نظر آئے اگر میں نہ بھاگتا تو مجھے کھا جاتے:

ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلی

بھائی یہ میرا بندہ ہے۔ ہمارے بندے کو یہ روک سکتا ہے ہم خود ہی بندوبست کریں گے۔

ایک تو یہ ہے عظمت اور ایک یہ ہے کہ جب بہت بڑی عظمت کا بیان ہے۔ تو شاید کسی کے ذہن میں فتور آ جائے کہ اب عبدیت کراس ہو گئی۔ اب کوئی یہ سمجھے کہ

اب عبدیت کراس ہوگئی اب احمد سے "م" نکل گیا۔ شاید کوئی یہ سمجھے کہ اب آگے خود ہی خود ہیں۔ فرمایا نہیں پیدا کیا تو میرے بندے ہیں اور ان کو:

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا

قرآن نازل کیا تو میرے بندے ہیں...... وانہ لما قام عبداللہ جب قیام کرتے ہیں تو میرے بندے ہیں۔ ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی جب نماز پڑھتے ہیں تو میرے بندے ہیں۔ یہی محبوب جب چلتے ہیں سبحان الذی اسری بعبدہ جب مکے سے چلتے ہیں تو میرے بندے ہیں:

ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ....

مقام ارفع تک پہنچے پھر بھی میرے بندے ہیں، معبود پھر بھی نہیں۔

عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے یہاں محبوب کو عبدہ فرمایا ہے تو قرآن کا نام فرقان رکھا ہے:

تبارک الذی نزل الفرقان

اس ساری سورۃ کا نام بھی ہے سورۃ فرقان۔

تبارک الذی نزل الفرقان

قرآن بھی فرقان بھی:

قرآن کا معنی ہے ملانے والا اور فرقان کا معنی ہے الگ الگ کرنے والا۔ قرآن کا ایک معنی ہے پڑھا جانے والا اور ایک قرآن کا معنی لکھا ہے ملانے والا۔ پڑھا جانے والا اور ملانے والا، وہ بھی سچی یہ بھی سچی۔ ملا ہوا یہ بھی سچی، سورتیں آپس میں ملی ہوئی، آیات آپس میں ملی ہوئی، تعلق آپس میں ملا ہوا...... اور پڑھنے والوں کے دل آپس میں ملانے والا، ملا ہوا بھی، ملانے والا بھی۔ ایسا ملانے والا کہ آج ہم چودہ سو برس بعد میں بیٹھے ہیں ہمیں ان سے ملنے والا، چودہ سو برس بعد میں بیٹھے ہیں لیکن کلمہ ان کا پڑھتے ہیں۔ ان کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ یہ ہے قرآن ملانے والا، ہمیں ان سے ملانے والا انہیں رب سے ملانے والا اور یہ سلسلہ چلتا آیا یہاں سے وہاں تک ملانے اور پڑھا جانے والا ایسا پڑھا جانے والا۔

آیئے پوری دنیا کو چیلنج ہے کوئی کتاب ایسی دکھائیں تو سہی جو اتنی پڑھی جا رہی ہو تعداد میں دوسرے لوگ زیادہ ہیں...... لیکن انہیں چیلنج دیجئے اور انہیں کہو سروے کرو کہ روزانہ تمہاری کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے اور ہماری کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے۔

آؤ سپر پاور زور لگاؤ اور سروے کرو کہ تمہاری کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے اور اللہ کی کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے۔ اور اگر میں اس سے بھی آگے کہہ دوں تو غلط نہ ہوگا کہ باقی عالم کو چھوڑو، مسلم ممالک کو چھوڑو، انہیں کہو کہ تمہارے ممالک میں تمہاری کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے اور یہ کتاب کتنی پڑھی جاتی ہے۔ صحیح نہیں کہہ رہا؟ (صحیح)

یہ ہے قرآن کی عظمت کہ اللہ نے دلوں میں ڈال دیا ہے اس کی محبت کو اللہ نے دلوں میں ڈال دیا ہے اس کی عظمت اور محبت بھی دل میں ڈال دی ہے۔ اس کی راحت بھی دل میں ڈال دی ہے اس کی شان بھی دل میں ڈال دی ہے...... توجہ کریں خود بھی دل میں آ جاتا ہے سارے کا سارا آتا ہے یا نہیں آتا؟ (آتا ہے)

ورقوں میں چھاپی گئی
تختیوں پہ چھاپی گئی
سونے سے لکھی گئی
سونے ستاروں سے لکھی گئی
چاندی سے لکھی گئی

سب کچھ برحق۔ لیکن دلوں کی تختی پر جو کتاب لکھی جاتی ہے وہ یہی ایک کتاب ہے:

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم

سکھوں کو کہا آؤ گرنتھ کا حافظ دکھا دو
ہندوؤں کو کہا گیتا کا حافظ دکھاؤ
عیسائیوں کو کہا تم تورات کا حافظ دکھاؤ
تم دکھاؤ...... زبور کا حافظ
تم دکھاؤ...... انجیل کا حافظ
کوئی پرانے عہد نامے کا
کوئی نئے عہد نامے کا

ہے کوئی......؟ ہے کوئی Any one پوری دنیا میں دکھاؤ ذرا، اگر لاؤ گے اندھا کانا کوئی، پھر کہنا، شاید تم بنالو، میں تو نہیں سمجھتا کہ تم سے بن سکے۔ لیکن ادھر دیکھتے ہو تو تمہاری مرضی جہاں دیکھنا چاہو، میرے گھر دیکھنا چاہو یا اپنے گھر دیکھنا چاہو، میرے ملک میں دیکھنا چاہو یا اپنے ملک میں دیکھنا چاہو...... جو بڑ مرضی دیکھنا چاہو دیکھ لو۔

بوڑھے دیکھنا چاہتے ہو وہ دکھا دیتا ہوں
جوان دیکھنا چاہتے ہو وہ دکھا دیتا ہوں

ہاں ہاں یہاں جوان بھی، بچے بھی، بوڑھے بھی، مرد بھی، عورتیں بھی، ایمان والوں کے دل اللہ نے تختیاں بنا دیں:

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم

جیسے قرآن کی محبت دل میں بیٹھتی ہے قرآن خود بھی دل میں بیٹھتا ہے:

ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر

کیوں نہ ہو ممتاز اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

ہمیں کئی کہتے ہیں دیکھو جی مولوی صاحب ایسی بات کریں کہ کوئی ناراض نہ ہو، مجھے کہاں سے آئے ایسی بات، میں بھاگ بھاگ کر بھی قرآن تک پہنچوں گا اور قرآن تو کہتا ہے کہ میرا نام تو فرقان ہے۔ جو توحید مانے گا وہ آئے گا، شرک تو بھاگے گا، جس کو حق چاہیے گا وہ آئے گا، باطل تو بھاگے گا، جس کو سچ چاہیے وہ آئے گا۔ جھوٹ تو بھاگے گا، جسے اسلام چاہیے گا وہ آئے گا کافر تو بھاگے گا، جس کو فرمانبرداری چاہیے وہ آئے گا۔ جس کو نافرمانی چاہیے وہ تو بھاگے گا، جسے غیرت چاہیے وہ آئے گا، جو بے غیرتی پسند کرے گا وہ تو بھاگے گا، جس کو حیاء چاہیے وہ آئے گا، جو بے حیاء ہے گا وہ تو بھاگے گا، جس کو ایمان چاہیے وہ آئے گا جسے کفر چاہیے وہ تو بھاگے گا

ہاں ہاں قرآن کہتا ہے میرا نام فرقان ہے۔

یہاں ابوبکر...... آئے گا
ابوجہل...... بھاگے گا

میں نے تجھے کب کہا کہ میں وہ پیغام لایا ہوں جس پر سب مل کر رہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ میں وہ پیغام لایا ہوں، میں اس نبی کا امتی ہوں۔ اس نبی کی بات لایا ہوں کہ جہاں آتے وہ ہیں جن کو اللہ چن لیتا ہے اس وقت بھی وہی آئے جن کو اللہ نے چن لیا۔ دیکھا نہیں کہ بارگاہ میں پیش کر دیا...... اللہ یہ دونوں ہیں۔ جو پسند ہو بھیج دے۔ وہاں بھی وہی آئے جنہیں اللہ نے چن لیا۔

وہ قرآن ملاتا ہے لیکن دودھ کو دودھ سے......

قرآن ملاتا ہے سچ کو سچ سے

قرآن ملاتا ہے ایمان کو ایمان سے

قرآن ملاتا ہے حق کی بات کو حق کی بات سے

سچ اور جھوٹ کو نہیں ملاتا

حق اور باطل کو نہیں ملاتا

بلکہ باطل اور سچ کو تو ملانے سے منع کرتا ہے۔ ولاتلبسوا الحق بالباطل...... قرآن تو کہتا ہے کہ بات تو پکی ہونی چاہیے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔

بھائی قرآن کا نام کیا ہے؟ (فرقان) قرآن بھی ہے فرقان بھی ہے۔ جو آتے ہیں انہیں ملاتا ہے۔ جو بھاگتے ہیں انہیں بھگاتا ہے۔ قرآن سن کر بھاگتے بھی ہیں اور بھاگنے والوں کا نام بھی قرآن نے رکھا ہے اور قرآن پڑھنے والوں کا نام بھی رکھا ہے۔ بھاگنے والوں کے لئے کہا۔ فمالھم۔ کیا ہوا انہیں۔ عن التذکرۃ معرضین کہ یہ نصیحت سے بھاگتے ہیں۔ وہ نصیحت کون سی ہے۔ فرمایا کلا انھا تذکرۃ کہیں فرمایا انہ تذکرۃ بے شک یہ قرآن جو ہے یہی نصیحت ہے اور جب بھاگنے والا بھاگا تو فرمایا فمالھم انہیں کیا ہوا عن التذکرۃ معرضین...... کہ یہ

تذکرہ سے

نصیحت سے

قرآن سے

منہ موڑتے ہیں کہ انھم حمر مستنفرۃ حمر کا معنی کیا ہوتا ہے بلبلیں؟ (نہیں گدھے) کیا ہوتا ہے معنی؟ حمر حمار کی جمع ہے کیا ہوا معنی؟ (گدھے) قرآن کریم کھول کر دیکھو کہ انھم حمر جیسے کہ یہ گدھے ہیں مستنفرۃ۔ جو بدکنے والے ہیں بدک کر بھاگے ہیں کس سے بھاگے؟ قرآن پڑھنے والوں سے بھاگے۔ میں نے کہا ان کا نام اگر گدھا رکھ دیا تو قرآن پڑھنے والوں کا نام کیا ہوگا۔ فرمایا فرت من قسورۃ یہ گدھے ہیں جو بدکے ہیں بھاگے ہیں قسورۃ سے شیر سے بھاگے ہیں قرآن پڑھنے والا شیر ہوتا ہے۔ بھاگنے والا گدھا ہوتا ہے۔ ماننے والا شیر ہوتا ہے منکر گدھا ہوتا ہے۔ عمل کرنے والا شیر ہوتا ہے۔ قرآن کریم کو قبول کرنے والا شیر ہوتا ہے۔ پیٹھ کرنے والا گدھا ہوتا ہے۔

آج اگر قرآن کو قبول کرے وہ شیر آج اگر قرآن پڑھے وہ شیر...... اگر آج قرآن بیان کرے وہ شیر...... آج اگر حق پر ہو وہ شیر، بھائی وہ کیا ہے؟ (شیر) یہ شیر، یہ شیر آج کے علاوہ حق وہ شیر اسلام، یہ ہمارے علامہ خالد محمود صاحب یہ شیر اسلام، حضرت مولانا شیر اسلام، مولانا شیر اسلام، یہ علامہ شیر اسلام، وہ بزرگ وہ شیر اسلام، وہ ولی کامل وہ شیر اسلام، یہ آج بھی شیر اسلام لیکن جنھوں نے سب سے پہلے مانا اور سب سے پہلے مانا وہ سب سے پہلے شیروں کے شیر۔

یہ قرآن کریم بھی ہے، یہ فرقان عظیم بھی ہے۔ یہ صاف کر دیتا ہے معاملہ...... ادھر نور ہے ادھر نار ہے۔ ادھر حق ہے ادھر باطل ہے۔ ادھر سچ ہے ادھر جھوٹ ہے۔ ادھر صحیح ہے ادھر غلط ہے۔ ادھر جنت والے ہیں ادھر جہنم والے ہیں۔ ہاں جب قرآن آتا ہے تب پتہ چلتا ہے۔ قرآن نہیں آیا پتہ نہیں ہے گڑبڑ معاملہ ہے۔ سفید بھی کالے بھی وہیں کے وہیں ہیں۔ حق والے بھی باطل والے بھی وہیں کے وہیں ہیں...... اندھیرے میں کیا پتہ کون کیسا ہے کون کیا ہے؟ فرمایا۔ انزلنا الیکم نورا مبینا۔ ہم نے تمہاری طرف روشنی نازل کر دی۔ جب روشنی آ گئی تب پتہ چلتا ہے......

یہ کالا ہے

یہ سفید ہے

یہ صحیح ہے

یہ غلط ہے

یہ سیدھا ہے

یہ ٹیڑھا ہے

یہ جنتی ہے

یہ جہنمی ہے

تب پتہ چلتا ہے، ماننے والا صدیق ہے نہ ماننے والا زندیق ہے۔

فرقان نہیں آیا تھا جب فرق نہیں ہوا تھا اس وقت تک تو سب معاملہ برابر کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ جب فرقان آیا قرآن آیا تو پھر معلوم ہوا کہ......

یہ صدیق ہے

یہ زندیق ہے

جماعتیں دو ہی بنیں ایک بنی ابوبکر کی...... ایک بنی ابولہب کی۔ اس وقت بھی لوگ بھاگتے بھاگتے آئے۔ لیکن ماننے والوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے کھڑے تھے۔ چونکہ یہاں تو عکس پڑتا ہے۔ یہاں تو پڑتا ہی پڑتا ہے۔ جب اصل ہوتا ہے ساتھ ہی عکس آتا ہے۔ جیسے نبوت پہنچی ساتھ ہی تبلیغ پہنچی۔ قلب صدیق قلب نبوت کا آئینہ ہوتا ہے۔ بھائی جیسے ہی اصل آتا ہے ویسے ہی ساتھ عکس آتا ہے۔ اصل پہنچے عکس دیر نہیں کرتا۔ نبوت پہنچی صداقت نے دیر نہیں کی۔ جو آیا بھاگتا بھاگتا پہنچا صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) پہلے کھڑے ہیں۔ اب اگر کسی کو صدیق کے پیچھے لائن میں کھڑا ہونا قبول ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کھڑا ہو۔ اگر کہتا ہے کہ میں ان کے پیچھے کھڑا نہیں ہوتا تو دوسری لائن موجود ہے۔ دوسری لائن پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی نہیں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن فرقان ہے۔ اور فرقان نے آ کر بتلا دیا اب پتہ چلا یہ کون ہے وہ کون ہے وہ کون ہے کتنی تفصیل سے بات کروں۔

آ ئیے قرآن عظیم یہ فرقان عظیم ہے اور اس نے آ کر حق اور باطل کا نقشہ دکھا دیا۔ اب آج بھی قرآن عظیم کو کھول لیجئے۔ آپ کو سب بتائے گا۔ لیکن قرآن کی زبان بھی تو کوئی سمجھے نا۔ ہم نے باقی زبانوں کیلئے تو سب کچھ کر رکھا ہے۔ ادھر توجہ نہیں ہے۔ آؤ، آؤ قرآن عظیم کی زبان سمجھنے کی کوشش کرو۔

کہتے ہیں کیا کریں رہتا جو ہے اس ملک میں تو اس کی تو زبان سیکھنی ہے نا...... رہتا ہے اگر بنگالیوں کے ہاں تو بنگالی تو پھر سیکھنی ہے۔ رہتا ہے اگر انگلینڈ میں تو انگریزی تو سیکھنی ہے نا...... رہتا ہے اگر فرانس میں تو فرانسیسی تو سیکھنی ہے۔ تمہیں جنت جانا نہیں ہے؟ وہاں گونگے بن کر رہو گے؟ جنت کی زبان عربی ہے۔

آؤ قرآن کریم کی زبان سیکھو تا کہ قرآن پاک کا پتہ چلے کہ قرآن ہمیں کیا کہہ رہا ہے۔ یہ ہے تب جب قرآن کریم کو ہم مانیں گے تو ہمارے لئے اپنے لئے فائدہ ہے قرآن کو کوئی فائدہ نہیں ہے...... اگر ہم قرآن سمجھیں گے تو ہمارا فائدہ ہے مانیں گے تب جب سمجھیں گے۔

قرآن کریم آیا ہے۔ موجود ہے اب ہم اسے سمجھیں پڑھیں اس کی سنیں مانیں کہ ہمارے پاس ہے اگر آپ میری بات نہ سنیں، میں بیٹھوں گا؟ (نہیں) مجھے

چلا جانا پڑے گا۔ اگر مہمان کی بات کوئی نہ سنے اور نہ سمجھیں، کوئی سننے کیلئے تیار نہ ہو، اس کے ساتھ کوئی بیٹھنے کے لئے تیار نہ ہو کوئی پوچھنے کیلئے تیار نہ ہو وہ مہمان بیٹھے گا؟ (نہیں) چلا جائے گا۔

قرآن نہیں تو کچھ نہیں:

ایک وقت آتا ہے کہ یہ قرآن بھی چلا جائے گا جب اس قرآن کے پڑھنے والے نہ رہے' جب اس قرآن کے سننے والے نہ رہے' اس قرآن کے سمجھنے والے نہ رہے تو قرآن بھی چلا جائے گا۔ یہ نہ سمجھو کہ قرآن چلا جائے گا تو ہم رہ جائیں گے۔ جب قرآن نہ رہا تو جہان نہیں رہے گا...... پھر تمہاری بلڈنگیں نہیں رہیں گی...... پھر تمہاری گاڑیاں نہیں رہیں گی...... پھر تمہارا بینک بیلنس نہیں رہے گا...... پھر یہ تمہاری ٹھاٹھ باٹھ نہیں رہے گی...... پھر کوئی چیز نہیں رہے گی۔ سب کچھ فنا ہو جائے گا قرآن ہے تو سب کچھ ہے۔ قرآن نہ رہا تو کچھ بھی نہیں رہے گا......

اگر تم نے بلڈنگیں بچانی ہیں تو قرآن پڑھاؤ
اگر اپنی کوٹھیاں بچانی ہیں تو قرآن پڑھاؤ
اگر اپنی گاڑیاں بچانی ہیں تو قرآن پڑھاؤ

اگر تم نے یہ جہان سلامت رکھوانا ہے تو قرآن پڑھاؤ قرآن جب رہے گا جب آپ قرآن کی سنیں گے اور سمجھیں گے اور خصوصاً یہاں رہنے والو، برلے کے دوستو! اور سارے انگلینڈ اور یو کے کے دوستو! تمہیں تو زیادہ ہوشیار رہنا چاہیے یہ نہ ہو کہ تم وہاں سے آئے کاروباری چکر میں یہاں پہنچے، پونڈ کے پیچھے اور ساتھ یہاں سے ایمان بھی گنوا کر جاؤ، اگر تم نے مسجد کو چھوڑ دیا' تم نے جماعت کو چھوڑ دیا۔ تم نے قرآن کو چھوڑ دیا' تم نے دین کی تعلیم کو چھوڑ دیا' تم نے جماعت کو چھوڑ دیا' تم نے قرآن کو چھوڑ دیا' تم نے دین کی تعلیم کو چھوڑ دیا تو پھر کل یہ نہ ہو کہ تمہارے بچے ہوں اور عیسائی ہوں۔ تمہارے بچے ہوں اور یہودی ہوں۔ تمہارے پوتے ہوں اور دہریے ہوں۔ اگر چار پونڈوں کے پیچھے، اگر پانچ پیسوں کے پیچھے ایمان گنوا گئے، آئے تو تھے کہ کچھ پیسے کمائیں گے اولاد کو سکھی رکھیں گے اولاد ہماری آرام کرے گی عیش کرے گی...... لیکن بجائے عیش کے سامنے جہنم کا ایندھن بنا کے گئے تو کیا فائدہ ہوا؟ کیا جہنم نہیں ہے؟ (ہے) قرآن حق ہے، جہنم بھی ہے جنت بھی ہے، اگر ساری زندگی تکلیف میں گزر جائے جنت کی ہوا کا ایک جھونکا آیا ساری تکلیفیں فراموش ہو جائیں گی۔ ساری زندگی عیاشی میں گزرے لیکن جہنم کی گرم ہوا کا ایک جھونکا آیا ساری عیاشی نکل جائے گی۔ اور وہ زندگی ہمیشہ والی ہے قرآن کو گلے سے لگاؤ، قرآن کو سینے سے لگاؤ، قرآن کو دل میں جگہ دو اپنے بچوں کو قرآن پڑھاؤ اور قرآن سمجھاؤ لفظوں لفظوں میں پڑھ بھی گئے لیکن سمجھا نہیں تو بھی وہ کام نہیں ہوگا۔ بچاؤ تب ہے جب قرآن کو سمجھیں۔

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ قرآن کریم ہے تو سب کچھ ہے۔ قرآن نہیں رہے گا تو کچھ بھی نہیں رہے گا۔ اب ادھر آئیے ذرا یہ بات تو تھی دنیا کی دین میں بھی قرآن ہے تو سب کچھ ہے بھائی......

نماز کا منکر بے ایمان ہے
روزے کا منکر بے ایمان ہے
حج کا منکر بے ایمان ہے

نماز تب ہے جب قرآن ہو، قرآن نے ہی تو بتایا کہ نماز فرض ہے۔ روزہ تب ہے جب قرآن ہے۔ حج تب ہے جب قرآن ہے۔ زکوۃ تب ہے جب قرآن ہے۔ جہاد تب ہے جب قرآن ہے۔ جنت کا عقیدہ تب ہے جب قرآن ہے۔ جہنم کا عقیدہ تب ہے جب قرآن ہے۔ آگے بڑھ کر کہوں نبوت اور ختم نبوت تب ہے جب قرآن ہے...... بلکہ اللہ کی توحید ہم تب مان سکتے ہیں' تب سمجھ سکتے ہیں جب قرآن ہے۔ قرآن نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ قرآن کہتا ہے پورا دین تو تب ہے جب قرآن ہے۔ قرآن نہیں تو کچھ بھی نہیں...... لیکن قرآن کہتا ہے کہ تم نے کہاں سے لیا مجھے؟ قرآن کہتا ہے کہ تمہارے پاس کیسے پہنچا ہوں؟ پتہ بھی ہے تمہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے دیکھا؟ (نہیں) میں نے دیکھا؟ (نہیں) جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھا وہ یہی ہے؟ (یہی ہے) یہی قرآن پاک حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب پڑھا رہے ہیں پڑھنے والے کون ہیں؟ (صحابہ کرام) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سکھا رہے ہیں سیکھنے والے کون ہیں......؟ (صحابہ کرام) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن لینے والے کون؟ (صحابہ کرام) لکھنے والے کون......؟ (صحابہ کرام) پیچھے پہنچانے والے کون؟ (صحابہ کرامؓ)

اب قرآن کہتا ہے کہ ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ جن کے ذریعہ سے تم تک پہنچا ہوں قرآن ہے تو سارا دین ہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں تو میں ہوں۔ قرآن کہتا ہے مجھے لکھنے والوں کو سچا مان تب مجھے سچا مانے گا۔ قرآن کہتا ہے مجھے جمع کرنے والوں کو سچا مان تب مجھے سچا مانے گا۔ قرآن کہتا ہے مجھے پہنچانے والوں کو سچا مان تب مجھے سچا مان سکے گا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ لکھنے والے جھوٹے ہوں کتاب سچی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ کہ راوی جھوٹے روایت سچی، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ گواہ جھوٹے گواہی سچی، گواہی مانی ہے تو پہلے گواہ کو سچا ماننا پڑے گا۔ روایت مانی ہے تو پہلے راوی کو سچا ماننا پڑے گا۔

اگر راوی پر جرح کی تو معلوم ہوا کہ یہ اس روایت کا منکر ہے گواہ پر جرح کی معلوم ہوا یہ اس گواہی والی بات کا منکر ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن لینے والے پیچھے امت تک پہنچانے والے صحابہ کرام پر کوئی حملہ کرتا ہے، معلوم ہوا وہ اصل قرآن کا منکر ہے۔

اگر آج کوئی دشمن وہ ہندو ہے، سکھ ہے، یہودی ہے، عیسائی ہے، پادری ہے، کوئی ہے اٹھتا ہے وہ آپ کو آ کر کہے کہ جناب اس قرآن کریم کو آپ کے نبی سے لینے والی جنتی جماعت ہے اس کو تو اپنے آپ کے مسلمان بھائی شیعہ کہتے ہیں کہ وہ ساری جھوٹی ہے' وہ ساری جماعت جھوٹی ہے' وہ ایسی ویسی ہے تو جھوٹے لوگوں سے تمہیں جو قرآن ملا وہ کس کام کا......؟ اگر یہ سوال ہو جائے تو ہے کوئی جواب آپ کے پاس......؟ (نہیں) حضرت یہ جواب دے دیں گے ہم یہ جواب دے دیں گے کہ انہیں جھوٹا کہنے والے وہ تمہارے ہیں ہمارے نہیں کیوں حضرت؟ (ٹھیک ہے) لیکن جو انہیں بغل میں لیتے ہیں جو انہیں بھائی بناتے ہیں جو انہیں گود میں بٹھاتے ہیں جو انہیں اپنا کہتے ہیں میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ ان میں سے کوئی مجھے جواب بتائے؟ ان سے پوچھو تم کیا جواب دو گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جناب آپ کے اپنے آدمی آپ کے بھائی آپ کے مسلمان آپ کی مسلم کمیونٹی کے افراد وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے

لینے والے' لکھنے والے جمع کرنے والے وہ جھوٹے ہیں
وہ جھوٹے ہیں تو قرآن کا دارومدار جھوٹوں پر ہوا۔ غلط
لوگوں پر ہوا تو قرآن پاک کس طرح قابل اعتماد ہے؟ اگر
وہ یہ کہہ دیں تو تمہارے پاس کیا جواب ہوگا؟ (وہ لوگ
تمہارے ہیں ہمارے نہیں) اس کا جواب یہی ہوگا کہ وہ
لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جھوٹا کہتے ہیں
وہ تمہارے ہیں ہمارے نہیں۔ مسلم کیونٹی کے وہ افراد
نہیں ہیں' مسلم برادری کے وہ افراد نہیں ہیں وہ تمہارے
ہیں جب تک انہیں اپنی برادری سے خارج نہیں کرتے
تم قرآن کریم کو صحیح نہیں منوا سکتے۔

صحابہ کے سپاہی پاگل نہیں' جیل ہمیں کوئی اچھی
نہیں لگتی۔ تمہیں گھر اچھے لگتے ہیں' ہمیں جیل گھروں
سے اچھی لگتی ہے کیوں؟ تمہیں اپنے بھائی' بہن' بچے
پیارے ہیں۔ ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں' جنہیں زندگی پیاری
ہے ہمارے نوجوانوں کو زندگی پیاری نہیں۔ ان کو جب
ڈرل مشین سے سوراخ کئے جاتے ہیں جسم میں' ان کو کوئی
درد نہیں ہوتا' انہیں جب گرم سلاخوں' کے لوہے کے
سریے گرم کر کے داغا جاتا ہے انہیں کوئی تکلیف نہیں
ہوتی' انہیں جب سالوں کے سال جیلوں میں گزارنے
پڑتے ہیں۔ تو انہیں کیا کوئی رشتہ دار یاد نہیں آتا۔

اپنے دل پر ہاتھ رکھو، اگر تمہارے بچے ہیں تو
میرے شیر اعظم طارق کے بھی بچے ہیں۔ اگر تمہیں گھر
میں رہنا پسند ہے تو مولانا ضیاء الرحمان فاروقی کو جیل
سے جنازہ منگوانا کیوں پسند تھا؟ ان کا گھر نہیں تھا۔ اگر ہم
برداشت نہیں کرتے کہ ہمیں کوئی تیز دھوپ بھی لگے تو
مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں ہر قسم کا تشدد
برداشت کیا اور کیوں آج بھی ہمارے نوجوان تشدد
برداشت کر رہے ہیں۔

یہ کوئی پاگل پن نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ رسولؐ
کی عزت و عظمت کا پہرہ دینا ہر مسلمان کا فرض ہے اور سپاہ
صحابہ کا معنی ہے صحابہ کے چوکیدار' چوکیدار جب چور کو دیکھ
لے تو چور چور تو کرے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم شور مچاتے
ہیں تو چوکیدار شور ہی تو مچاتا ہے۔ شور مچا کر تمہیں ہوشیار
کرتے ہیں کہ یہ ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ ان کی
زبان ذرا بند کرو ان کا قلم توڑ دو جو ابوبکر پر طعن کرے ان کے
راستے میں رکاوٹ ہو جو سیدہ عائشہ صدیقہ پر تنقید کر رہے
ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماں بہن بیٹی کی گالیاں دے
رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا منہ خراب کرتے ہیں۔
اپنے دل پر ہاتھ رکھو ہم اپنا منہ خراب کرتے ہیں یا پوری
دنیا کے سامنے اسلام کو شرمندہ کرتے ہیں۔ انہیں نکال
باہر پھینکو' اور ساتھ ہی کہو کہ قرآن کو مانتا ہے۔ صحابہ کو مانتا
ہے تو مانو نہیں مانتا نہ مانو...... لیکن زبان بند کرو۔ یہ ہمارا
فرض ہے یا نہیں؟ (ہے) اگر ہم نہ اٹھیں، ابوبکر صدیق
عمر فاروق رضی اللہ عنہما تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، ازواج
مطہرات کو یہ گالیاں دیتے رہیں، ہم کہیں کہ ہم تو آرام
کر رہے ہیں۔ مجھے بتائیں ہندو آ کر روکے گا؟
(نہیں) سکھ آ کر روکے گا؟ (نہیں) کوئی یہودی عیسائی
روکے گا؟ (نہیں) مجوسی روکے گا؟ (نہیں) آج تیری
میری ماں کو گالی نہ ملے عائشہ کو گالیاں ملتی رہیں۔ اس
فتنے کو روکنا چاہیے یا نہیں؟ (روکنا چاہیے) یہ میرا کام
ہے یا سب کا ہے......؟ پھر اس جدوجہد میں ہم سب کو
شریک رہنا ہوگا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

عشرہ مبشرہ چارٹ

عشرہ مبشرہ یعنی ایسے دس صحابی جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دے دی گئی
تھی۔ ان کے مختصر حالاتِ زندگی پر مشتمل معلومات افزاء چہار رنگہ انتہائی جاذب نظر
آرٹ پیپر پر "عشرہ مبشرہ چارٹ" شائع ہو چکا ہے۔ خواہش مند حضرات پہلی
فرصت میں یہ چارٹ حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنے ڈرائنگ روم کی زینت بنائیں اور
اپنے دوستوں کو تحفہ میں دیں۔

ہدیہ: 25 روپے

نوٹ: اگر کوئی شخص اپنے یا اپنی دکان کے نام سے یہ چارٹ شائع کروانا چاہے تو ہم
سے رابطہ فرمائیں۔
041-2604175 0301-7105647

ملنے کا پتہ: بسم اللہ پبلی کیشنز منشی محلہ گلی نمبر 8 علی سنٹر فسٹ فلور بھوانہ بازار فیصل آباد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

محمد فاروق کھوسہ
ڈیرہ اللہ یار ضلع جعفر آباد
بلوچستان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آسمان نبوت کے ایسے چمکدار ستارے ہیں جن کی روشنی منزل وفا کے مسافروں کے دلوں میں امید و ہدایت کے چراغ روشن رکھے گی ان کی زندگی تلاش حق کی ایک مسلسل داستان ہے اور ان کی جستجو حقیقت کی انتھک کوشش روشنی کی طرف ایک لازوال سفر ہے۔

سلمان بن سلام رضی اللہ عنہ:

سلمان فارسی خاندانی اعتبار سے کوئی معمولی انسان نہ تھے۔ ان کے والد اپنے علاقے کے رئیس تھے۔ لیکن سلمان نے اپنے خاندانی مرتبے پر کبھی فخر نہیں کیا۔ کوئی آپ کے آباؤ اجداد اور خاندان کے متعلق سوال کرتا ہے تو سلمان کیا خوب جواب دیتے۔

"میری شناخت بس اسلام ہے" اور میں صرف اسلام کا فرزند ہوں نہیں بلکہ نسل بانسل سے اسلام کا بیٹا ہوں' سلمان ابن سلام......ابن سلام......ابن سلام......

اقبال نے سلمان کے متعلق کہا تھا۔

"اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے"

سیدنا سلمان فارسی اس کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ پھر خوش نصیبی دیکھئے اس وطن و نسل سے بے نیاز پردیسی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارتے ہیں" سلمان منا اھل البیت " (سلیمان میرے گھر کا فرد ہے) کون ہے جو خوش نصیبی میں اس غریب الدیار یعنی پردیسی کا مقابلہ کر سکے۔

خاندانی پس منظر:

حضرت سلمان نے مجوسیوں کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آتش پرستی میں خوب محنت کی اور غور و فکر بھی کرتے رہے۔ حتیٰ کہ خاص اس آتش کدے کے نگران اور انچارج مقرر ہوئے۔ جس میں کبھی آگ نہ بجھتی تھی اور اس آگ کی پوجا ہوتی تھی۔ ان کے والد کی بہت بڑی جاگیر تھی جس میں بے حساب اجناس کی پیداوار ہوتی تھی۔

سچائی کی تلاش اور آزمائش:

ایک مرتبہ ان کے والد کو کسی دوسرے شہر جانا پڑا اور وہ زمینوں کی دیکھ بھال سلمان کے سپرد کر گئے' راستے میں عیسائیوں کا ایک گرجا پڑتا تھا۔ جہاں سے ان کی دعا و عبادت کی آوازیں آ رہی تھیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ علیہ اندر چلے گئے دن بھر ان کی عبادت دیکھتے اور اس پر غور کرتے رہے۔ اس کا اپنی عبادت سے موازنہ کیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بے اختیار بولے "بخدا یہ طریقہ ہمارے دین سے بہتر ہے" حضرت سلمان رات کو گھر لوٹے والد بھی پہنچ گئے۔

دن بھر کیسا رہا کام کاج ان کے والد نے پوچھا "بس اچھی رہی"

حضرت سلمان بولے! سلمان نے باتوں ہی باتوں میں عیسائیوں کے بارے میں بتایا۔

والد نے کہا" بیٹے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں' تیرا اس سے بہتر ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا" نہیں ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے" پھر وہ اس دین پر باتیں کرتے رہے' پھر باپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں دین سے منحرف نہ ہو جائے۔ اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں قید کر دیا۔

شام کا سفر:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو عیسائیوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا دینی مرکز ملک شام ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ اگر تمہارے پاس شام جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع کرا دینا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد شام جانے والا ایک قافلہ آ گیا۔ انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ کو خبر دی۔ سلمان چھپتے چھپاتے ان کے ساتھ شام جا پہنچے۔ وہاں جا کر پوچھا اس دین میں سب سے بڑا آدمی کون ہے۔ جواب ملا کہ کلیسا کا نگران اعلیٰ استقف یا بشپ ہوتا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے نصرانیت سے دلچسپی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کروں۔ اور آپ کے ساتھ دعا میں شمولیت کروں۔ اس نے اجازت دے دی اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی خدمت میں رہنے لگے۔ لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا وہ ایک غلط کار شخص تھا۔ لوگوں سے دین کے نام سے رقم بٹورتا اور اسے نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا اور نہ کسی فقیر درویش کو دیتا بلکہ ایک بڑا خزانہ جمع کر لیا تھا۔ وہ مر گیا' عیسائی اسے دفن کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سب کچھ بتا دیا اور ان کا خزانہ بھی انہیں دکھا دیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے دفن نہیں کریں گے بلکہ سولی پر چڑھا کر سنگسار کریں گے۔

نیک خو راہب کا مشورہ:

اس کے بعد ایک نہایت پرہیزگار پادری مقرر کیا گیا۔ جو دن رات عبادت میں مصروف تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ دت تک اس کی خدمت میں رہے۔ جب اس کی موت کا وقت آن پہنچا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ میری راہنمائی فرمائیں میں اب کس کی خدمت میں جاؤں۔

چنانچہ انہوں نے ایک راہب کا پتہ دیا۔ جو موصل (عراق) میں تھا۔ میں اس کی خدمت میں پہنچ کر حصول تعلیم اور دین کی خدمت کرتے رہے۔ اس کی وفات پر وہ عمودیہ سے ایک پادری کی خدمت میں رہے۔ اس راہب کی خدمت کے دوران حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بھیڑ' بکریوں اور گائیوں کے ریوڑ بھی پال لئے۔

اس راہب نے وفات سے پہلے بتایا کہ اللہ کی قسم اب میرے علم میں زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو ہدایت پر ہو لیکن وہ زمانہ قریب آ گیا ہے۔ جس میں ملک عرب سے دین ابراہیم کا حامل ایک نبی نمودار ہونے والا ہے۔ وہ اپنے شہر سے ایک آبادی کی طرف ہجرت کر کے آئے گا جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے۔ جو دو لاوے کے چٹانوں سے گھری ہوئی ہوگی۔ اس کی کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو چھپ نہیں سکتیں۔ وہ تحفہ و ہدیہ تو قبول کرے گا۔ لیکن صدقہ کا مال نہیں کھائے گا۔ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ ہو سکے تو اس بستی کی طرف چلا جا۔

عموریہ کے راہب کی وفات کے بعد کچھ عرصہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وہیں قیام کیا۔ عرب قبیلہ کلب کے کچھ تاجروں کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ ملک عرب میں لے جاؤ تو میں اپنے یہ مویشی تمہیں دے دوں گا وہ مان گئے۔ جب یہ لوگ وادی القریٰ پہنچے تو انہوں نے غداری کی اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خرید کر اپنے ساتھ یثرب لے گئے۔ انہوں نے وہاں باغات دیکھے جس کا ذکر عموریہ کے راہب نے کیا۔ ٹھیک وہی نقشہ وہی لاوے کی چٹانیں اسی طرح کے کھجوروں کے باغات' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سوچا یہ تو وہی منظر ہے اسی کی تو مجھے تلاش تھی۔

اسی دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں لوگوں کو اللہ کے دین اسلام کی طرف بلا رہے تھے۔ لیکن مکہ والوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں رہنا دشوار کر دیا۔

بالآخر وہ گھڑی آ گئی جس کا سلمان رضی اللہ عنہ کو زندگی بھر سے انتظار تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود یثرب تشریف لے آئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک کھجور کے درخت پر تھے اور مالک اس وقت درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک رشتے دار ان کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اللہ ستیاناس کرے اوس اور خزرج کا یہ اس وقت قباء میں اس آدمی کے پاس جمع ہو رہے ہیں۔ جس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بے چین ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں یہ سن کر مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں اپنے مالک پر گر نہ پڑوں۔ فوراً نیچے آیا اور اس آدمی سے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں ذرا مجھے بھی سنائیے میرے مالک نے کہا تجھے اس سے کیا کام۔ جا جا کے اپنا کام کر۔

بارگاہ رسالت میں حاضری:

شام ہوئی تو میں نے کچھ کھجوریں لیں اور یثرب کی نواحی بستی قبا میں اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا "مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیک انسان ہیں اور آپ کے ساتھ پردیس سے آئے ہوئے کچھ ساتھی بھی ہیں جو حاجت مند ہیں۔ میرے پاس یہ صدقے کا کچھ مال ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ حضرات سے زیادہ اس کا حق دار کوئی نہیں۔ اس صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کھاؤ لیکن اپنے ہاتھ ادھر نہ بڑھائے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا۔ میں نے دل میں کہا ایک نشانی تو صحیح ثابت ہوئی پھر وہاں سے چلا آیا۔

جب وہ رسول مدینے آ گئے تو میں پھر ان کے پاس کھجوریں لے کر گیا اور کہا میں نے محسوس کیا تھا آپ صدقے کی چیز نہیں کھاتے تو میں آپ کے لئے یہ تحفہ کے طور پر لایا ہوں۔ قبول فرمایئے انہوں نے اس میں اپنے ساتھیوں کو بھی کھلایا اور خود بھی کھایا۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔

پھر ایک دن میں بقیع میں اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاں کسی ساتھی کو دفن کرنے گئے تھے سلام کیا اور اس مہر نبوت کی تلاش میں آپ کی پشت کے چکر کاٹنے لگا' جس کا ذکر مجھ سے عموریہ کے راہب نے کیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو انہوں نے میری غرض پہچان لی اور اپنی پشت سے چادر ہٹائی۔ میں نے غور سے دیکھا تو مجھے وہ مہر نبوت نظر آ گئی۔ مجھے میری مراد مل گئی تھی۔ میں بے قابو ہو کر اس کی طرف جھک گیا میں اسے بوسہ دیتا جاتا تھا زار و قطار روتا جاتا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی تلاش حق کا سارا ماجرا بیان کیا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی سنایا۔ سب سن کر بے حد خوش ہوئے۔ روشنی کے اس مسافر کو اس کے مالک حقیقی نے طلب میں سچا پایا اسے منزل تک پہنچانے میں خود ہی اہتمام فرما دیا اور اسے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فطرت سلیم تھی۔ انہیں شروع سے ہی سچائی اور حق کی تلاش تھی۔ اس لئے انہوں نے جدوجہد کی اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔ اللہ ہمیں بھی ایسے کامیاب اور بامراد لوگوں میں شامل فرمائے۔ آمین

☆☆☆

﴾فضول خرچی کیا ہے؟﴿

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی دہلوی قدس سرہ العزیز سے کسی نے دریافت کیا! حضرت فضول خرچی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ساری دنیا بھی لٹا دی جائے تو یہ فضول خرچی نہیں۔ اور اگر ایک پیسہ بھی ایسی جگہ استعمال ہوا جہاں استعمال کرنا خدا تعالیٰ کے غضب کا باعث ہو یہی فضول خرچی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم 418)

پانچ چیزوں کی طلب

حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں تو انہیں پانچ چیزوں میں پایا۔

1..... روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی۔

2..... قبر کی روشنی طلب کی تو اسے تہجد کی نماز میں پایا۔

3..... منکر نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اسے تلاوت قرآن مجید میں پایا۔

4..... پل صراط کا پار ہونا طلب کیا تو اسے روزہ اور صدقہ میں پایا۔

5..... عرش کا سایہ طلب کیا تو اسے خلوت میں پایا۔

[illegible]

﴾مرسلہ: حافظ زاہد علی گردانوی﴿

اسلام میں صحابہ کرام کا مقام اور حیثیت

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ بخاری کی ایمان افروز تقریر

جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآنی شخصیات ہونے کے ناطے ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ اسی طرح ان کا ذکر خیر بھی ہمارے ایمان کا جزو ہے۔ ان پر دشمنان اسلام دشمنان ازواج واصحاب رسول کے سوقیانہ اعتراضات وتنقید کا جواب دینا بھی ہمارا فرض ہے..... ستم ظریفی یہ ہے کہ آج کے دور میں ایسے خود روسر کنڈے بہ کثرت مل جائیں گے۔ جو مجمی افکار ونظریات سے متاثر ہو کر اور اپنے تنقید کے جذبہ خبیثہ سے مغلوب ہو کر ایک لپک کے صحابہ جیسی قدسی صفت جماعت پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہیں چوکتے...... حالانکہ قرآن پاک میں انہیں آئیڈیل شخصیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے..... فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا..... اور یہ طے شدہ بات ہے کہ آئیڈیل شخصیات وہی ہو سکتی ہے جو ہر طرح کی تنقید وتنقیص سے بالاتر ہوں۔

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ بخاری نے 30 نومبر 1985 کو سنٹرل مسجد گلاسگو (برطانیہ) میں "...." موضوع پر ایک فکر انگیز خطاب فرمایا جس میں دفاع منصب ومقام صحابہ کی یہی روح کار فرما ہے۔

﴿مراسلہ: ممتاز خان راٹھور﴾

آپ میں سے کوئی مسلمان بھائی یا کوئی غیر مسلم ایک اسکول بناتا ہے وہ اس کا بانی ہے اس دعویٰ کے ساتھ کہ اس جیسا اسکول پوری دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ ایسا سکول بنایا کہ اس کا نصاب تعلیم اس کا نظام اور اس پر محنت کا انداز دنیا میں منفرد ممتاز اور بے مثال ہے۔ اس اسکول کے بچے امتحان دیتے ہیں اور پہلے ہی سال فیل ہو جاتے ہیں۔ اس اسکول کا دعویٰ کرنے والا اور اس کے نصاب تعلیم کی بہتری کا مدعی اپنی تگ ودو اور کد وکاوش کا دعویدار ہیڈ ماسٹر پرنسپل اور بانی اپنے دعوے میں کتنے فیصد سچا ہے......؟ اس کے وجود کی کیا حیثیت ہے......؟ اس کی شخصیت کس قدر قابل احترام ہے؟ یہ جواب دینا ہوگا ان لوگوں کو جو اسلام کے پہلے اسکول کے طلباء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید کا حق مانگتے ہیں بلکہ از خود اس کا حق استعمال کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیت اور مقام کو مجروح کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ بانی اسلام سرور کونین رسول الثقلین امام المتقین والمقربین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے یہ دعویٰ فرمایا:

لا الہ الا اللہ

کہو نجات پا جاؤ گے۔

پھر لا الہ الا اللہ پڑھوایا۔ اس پر تیرہ برس محنت کی آگ کے دریا سے گزرے اور ڈوب کے گزرے۔ اذیتوں اور مصیبتوں نے اپنے مہیب جبڑے کھول کر بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوفناک طریقے سے اس راستے سے ہٹانے کی کوشش کی...... لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قدم پہلے قدم سے زیادہ طاقتور آگے بڑھتا رہا۔

اگر جدید تاریخ کے زاویہ نگاہ کے مطابق میں یہ مان لوں کہ جدید تاریخ کے زاویہ نگاہ کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر سیدنا معاویہؓ سیدنا مغیرہؓ اور سیدنا وحشی بن حرب تک تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہماری طرح کے انسان ہی تو تھے۔ اس کے سوا ان کی حقیقت کیا ہے؟ ان سے غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ بہت سے نقصانات ان کے وجود سے پہنچے ہیں اور نبی کی تیئیس برس کی محنت کو انہوں نے چند برسوں میں ملیا میٹ کر دیا۔ تاریخ کے ان اصولوں کے ماتحت میں اگر یہ سب خرافات مان لوں تو اس کا مطلب ہوا کہ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیئیس برس کی محنت کے بعد تیئیس آدمی بھی اپنی امت میں تیار نہ کر سکے۔ جو نبی کے اعمال، نبی کی سیرت طیبہ، نبی کے ارشادات عالیہ اور نبی کی تشکیل کی ہوئی سوسائٹی کا نقشہ بتا سکیں۔ اور جس نبی کا دعویٰ ہو:

انا والساعة کھاتین

کہ میرے اور قیامت کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا فاصلہ اس انگلی میں اور اس انگلی میں ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے کہ میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نیا نبی کوئی نئی امت یا شریعت نہیں۔ قیامت تک میری ہی شریعت چلے گی۔ میری ہی نبوت ورسالت کی حاکمیت چلے گی۔ یہی پوری کائنات میں سپر پاور بھی جائے گی۔

آج کی جدید تاریخ کا طالب علم یہ کہتا ہے کہ صاحب بیس برس بھی نہ گزرنے پائے اور چوبیس برس بمشکل گزرے کہ امت میں یہ ہوا اور نبی کا لایا ہوا دین مٹ گیا۔ کیا ہم تاریخ اور تاریخ کے ماتحت پروان چڑھنے والے فکر و ذہن کی تقلید کریں؟ اسے قبول کر لینا چاہیے؟ تاریخ کا جو نیا پہلو ہمیں دیا جا رہا ہے اور تحقیق وریسرچ کے نام پر آئیڈیل شخصیات کی جو چیر پھاڑ کی جا رہی ہے یہ سب باتیں قبول کر لیں؟ کیا ہمیں کوئی نقصان تو نہیں ہوگا۔ فکری اعتقادی اور عملی زندگی میں ہم خسارے میں تو نہیں؟ اور کیا تاریخ کے تنقیدی رویہ کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث ہمیں ان شخصیات کے متعلق کچھ بتاتے ہیں......؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایک کافر اگر اس انداز سے سوچتا ہے تو یہ اس کا حق ہے...... لیکن ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں کیا کرنا چاہیے......؟ ہماری ذمہ داری کیا ہے......؟ پہلی بات تو اس سلسلہ میں یہ یاد رکھیے کہ قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے کسی انسان نے زمانے کی قیود وبند کے ساتھ اسے مرتب نہیں کیا۔ اللہ کا کلام ہے اور اللہ تمام زمانوں پر قادر وحاوی ہے۔ جب

سے اللہ ہے تب سے اس کا کلام ہے۔ کیوں کہ کلام اس کی صفت ہے اس کی بولی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ازلی ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ازلی ہے۔ جس طرح اللہ ابدی ہے اسی طرح کلام بھی ابدی ہے۔ نہ اللہ کوئی ہے نہ اس کے کلام کوئی ہے۔ نہ اللہ کی ذات میں شک وشبہ ہے نہ اس کے کلام میں کوئی شک وشبہ ہے۔ اگر موصوف میں کوئی شبہ ہوتو اس کی صفات میں بھی شبہ کیا جاسکتا ہے۔ جب موصوف ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک ہے تو موصوف کی جتنی بھی صفات ہیں وہ تمام تر شکوک وشبہات اور نقائص وعیوب سے پاک ہیں۔

ذلک الکتاب لا ریب فیہ ...... یہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ یعنی اس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ نہ اس میں ترمیم ہے نہ تنسیخ ہے۔ نہ اضافہ ہے نہ کسی نے بڑھوتی کی ہے نہ کسی نے کم کیا ہے۔ نہ زیر زبر بدلی ہے نہ شد مد بدلی ہے۔ نہ اس کے پارے کم ہوئے ہیں نہ آیات کم ہوئی ہیں۔ کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس میں لفظ "ریب" شکوک کی ساری قسموں کی ماں ہے۔ جتنی بھی قسمیں آپ کے ذہن میں آسکتی ہیں لفظ "ریب" نے اس سب کا احاطہ کرلیا ہے اور حرف "لا" آجائے اور اس کے معنی میں نفی ہو یعنی "لا" جنس کا جہاں بھی آجائے تمام قسموں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ لاریب شکوک کی جتنی بھی قسمیں ہیں۔ لا کے بعد "ریب" جنس ہے اس جنس کے ذیل میں جتنی بھی شقیں آئیں گی سب کی نفی کردی کہ کسی قسم کا کوئی شک نہیں تمام شکوک سے پاک ہے یہ قرآن اور یہ کتاب ہدایت دیتی ہے کن کو......؟

ھدی للمتقین کو یہاں سے بات چلے گی کہ سب سے پہلے اس کتاب نے کس کو ہدایت دی؟ جن کو اس کتاب نے ہدایت دی وہ متقین ہوئے کہ نہیں۔ متقی اسے کہتے کہ جو حرام سے بچے۔ صوفیا تو کہتے ہیں کہ جو شبے والی چیز سے بھی بچے وہ متقی ہے۔ اور فقہاء کہتے ہیں کہ علانیہ حرام سے بچے وہ متقی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

التقوی ھھنا التقوی ھھنا التقوی ھھنا

ویشیر باصبعہ الی صدرہ

ثلاث مرات کہ تین مرتبہ اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے اور اس کا معنی ہے خلوص۔ گویا جو دین کے لئے مخلص ہو وہی متقی ہے اور جو دین کے لئے اس سے بھی زیادہ مخلص ہوگا وہ مشتبہ چیزوں سے بھی بچے گا یعنی جن اعمال میں کھانے پینے کی جن چیزوں میں بھی شبہ پایا جائے گا وہ اس سے بھی بچے گا۔

قرآن سمجھنے والے لوگوں کا پہلا گروہ محمل اول، مورد اول یوں سمجھئے کہ ابہام قرآن تبیین قرآن بیان کتاب تشریح کتاب اور تفسیر کتاب کا پہلا مہبط صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ مہبط نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ فہم قرآن اور عمل بالقرآن کا مہبط صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے۔ ان پر ہبوط ہوا ہے۔ نزول ہوا ہے جان کے قلب میں فہم قرآن کا بذریعہ وحی الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے ذریعے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے ذریعے آپ علیہ السلام نے قدم قدم پر سمجھایا۔ بات بات سمجھائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا جو بات سمجھ میں نہیں آئی پھر سمجھائی۔ پھر پوچھا اگر سمجھ میں نہیں آیا تو پھر سمجھایا۔ نبی کوئی چیز چھپا کے ساتھ نہیں لے گیا۔ تمام حرام امور...... وہ حرام فکری ہو، نظریاتی ہو، اعتقادی ہو، معاملاتی ہو، اخلاقی ہو۔ حرام جس شکل میں وصورت میں بھی موجود ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نبی نے ان سے بچایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو متقی بنایا۔ گویا اسلام کا سب سے پہلا معاشرہ اللہ کی منشاء کے عین مطابق سرور کونین، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے تشکیل دیا۔ وہ متقین کا معاشرہ ہے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معاشرہ ہے۔ اسلام کی پہلی سوسائٹی جس پر المتقون، المفلحون، الفائزون، الراشدون کی اصطلاحات قرآنی کی تصدیق ہے یہ فضا میں نہیں اپنے وجود میں تشکیل ہوئی اور اس متشکل وجود کا نام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔ جن کا قول وعمل متضاد نہیں تھا۔ جن کے عمل میں صدق تھا، جن کے قول میں صدق تھا۔ جو دین کے لئے مال وجان، عزت وآبرو، ناموس، وطن، جائیداد سب کچھ نثار کرنے کے لئے ایک لمحے میں تیار ہوجاتے تھے۔

یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ

"وہ اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں چاہے اس میں ان کا ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہو"

قربانی کرتے، ایثار کرتے، یہ صفت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔

والذین تبوء و الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ...... (الحشر، پارہ 28)

ترجمہ: اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے، وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے۔ اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگرچہ اپنے اوپر فاقہ۔

قرآن کریم میں ساڑھے چار سو آیات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح وتوصیف میں بیان ہوئی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے بعد پوری دنیا کے تمام مذہبی طبقات میں مذہبی جماعتوں میں واحد اور پہلی دینی جماعت ہے جن کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہا جاتا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے ایک نہیں پورے چار لاکھ صحابہ وصحابیات کے جیتے جی ان کی بخشش کا اعلان فرمادیا۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تو نام لے لیا اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بغیر نام کے صاحب مغفرہ کہا۔ دیوبندیوں کو نہیں بریلویوں، اہل حدیثوں کو نہیں، احرار، جمعیت العلماء، جماعت اسلامی کو نہیں، رات دن حرم نبوی میں اعتکاف گزارنے والے نمازیں پڑھنے والوں کو نہیں کہا، ان کے پاس امید ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امت میں واحد جماعت ہے جن کی مغفرت یقینی ہے۔ جن پر رضا الٰہی کی چادر تان دی گئی ہے۔ آپ کہیں گے کہاں ہے......؟ ہم لوگ قرآن پاک پڑھیں تو بات بنتی ہے نا...... ! ہم تاریخ تو پڑھتے ہیں وہ کسی دشمن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لکھی ہوئی ان کی بات کیونکر معتبر ہوسکتی ہے۔ ان کی کیا حیثیت ہے......؟ وہ اپنا حدود اربعہ تو بتائیں۔ یہ لوگ کچی ڈوری اور

دھاگے کی امید کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں جو کسی وقت بھی ٹوٹ سکتا ہے لیکن صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس امت میں واحد طبقہ ہے کہ جو یقین کی ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔

اس آیت مبارک پر غور فرمائیں۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعداللہ الحسنیٰ

ترجمہ: برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔ (الحدید پارہ 27)

صرف یہ دو جملے تمام دنیا کی تحقیق' اس کی ریسرچ' ان کا رد' یہ تنقید' ان کا حق تنقید' جائز و ناجائز تنقید کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں پھینک دیں گے۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے مردود قرار پائیں گے۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل...... نہیں برابر ہو سکتے تم میں جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔

اولئک اعظم درجۃ ...... وہ لوگ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا بہت بڑے درجے والے ہیں...... کن سے؟

من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا...... ان لوگوں سے جن لوگوں نے مال خرچ کیا اور قتال کیا فتح مکہ ہونے کے بعد لیکن "وکلا وعداللہ الحسنیٰ" "ان میں ہر ایک کے ساتھ حسن عاقبت کا وعدہ ہے اللہ نے کسی کے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا۔ بجز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اگر کوئی شخص خدانخواستہ ایسا بدنصیب ہو جو یہ کہے کہ صاحب دو تھے ہی کتنے؟ دو تین تھے وہ تیرہ تھے تو یہ اس کی جہالت اور قرآن سے لاتعلقی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ صرف حسن عاقبت کا ہی وعدہ نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی ان کو معیار حق وصداقت قرار دیا۔

واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون فضلا من اللہ ونعمہ واللہ علیم حکیم

ترجمہ: اور جان لو یہ کہ...... تمہارا رسول اللہ کا ہے اگر کہا مانا کرے تمہارا بیچ بہت باتوں کے البتہ ایذا میں پڑو تم لیکن اللہ نے پیارا کیا ہے طرف تمہاری ایمان کو اور زینت دی اس کو بیچ دلوں تمہارے کے۔ اور مکروہ کیا ہے طرف تمہاری کفر اور فسق کو اور نافرمانی کو یہ لوگ وہ ہیں بھلائی پانے والے...... فضل کو اللہ کی طرف سے اور نعمت کر اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (الحجرات)

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ:

"حبب الیکم الایمان"

تمہارے لئے ایمان میں نے خود چن لیا۔

"لکن" کے لفظ سے تاکہ (شکوک بھی دور ہو جائیں) لیکن بے شک اللہ نے "حبب الیکم الایمان" "پسند کیا تمہارے لئے ایمان کو" وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان" "کفر فسق وفجور اور معصیت۔ اے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نے تمہارے لئے ناپسند کئے۔

"اولئک ھم الراشدون" "راشد کسے کہتے ہیں......؟ ہر صاحب ہدایت کو راشد کہتے ہیں۔ رشد کی پہلی بنیاد تو یہ ہے کہ اللہ ایمان خود چنتا ہے اور کہتا ہے" وزینہ فی قلوبکم "اور تمہارے دلوں کے طاقچے میں چراغ ایمان میں نے خود سجایا ہے۔ امت میں اور کسی کو یہ لقب نہیں دیا۔ وزینہ فی قلوبکم "میں نے تمہارے ایمان کی انگوٹھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نگینہ خود جڑا ہے میں نے مزین کیا ہے تمہارے اجڑے دل کی بستی کو۔ ایمان کے موتی میں نے سجائے ہیں۔

"الراشدون" "پہلی بنیاد ہوئی اور دوسری بات...... لغوی طور پر رشد کہتے ہیں:

"ای کمال العقل ای بلوغ العقل والدین"

عقل بھی تمام حالات سے بہتر اس کے پاس ہو اور دینی اعمال کا کمال بھی اس کے پاس ہو وہ راشد ہے۔ اور با کمال دینی شخصیت وہ ہے جو حرام سے بچے جو پیکر خلوص ہو جو مشتبہ چیزوں سے بھی بچے اور یہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ پاک نے انہیں یوں مخاطب فرمایا اور معیار ایمان قرار دیا۔

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا

پس اگر وہ ایمان لے آئیں "بمثل ما امنتم بہ" "اس ایمان جیسا...... جیسا صحابہ رسول کا ہے۔ تب وہ ہدایت پر ہیں۔ ورنہ وہ ہدایت پر نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان جب تک ان کے ایمان کی نقل نہیں ہو گا ان کے نقش قدم پر نہیں ہو گا ہم مومن کا ہے کے؟ گویا معیار ایمان وہدایت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود ہے اور ان کی آخرت کے بارے میں کہ قرآن کہتا ہے۔

(1) یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شئی قدیر

ترجمہ: اس دن کہ نہ رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ساتھ اس کے۔ نور ان کا دوڑتا ہو آگے ان کے' داہنے ان کے۔ کہیں گے اے پروردگار ہمارے پورا کر نور واسطے ہمارے اور بخشش کر واسطے ہمارے۔ تحقیق تو اوپر ہر چیز کے قادر ہے۔ (التحریم)

(2) یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر

ترجمہ: اے نبی جھگڑا کر کافروں اور منافقوں سے اور سختی کر اوپر ان کے اور جگہ ان کے رہنے کی بری ہے پھر جانے کی۔ (التحریم)

(3) یوم لا یخزی اللہ النبی ...... وہ دن جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی کو...... والذین امنوا معہ ...... اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ان کے ساتھ کیا معنی ہے اس کا......؟ قیامت کے دن اللہ نبی کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور ان لوگوں کو بھی جن کو معیت ایمانی حاصل ہے نبی کے ساتھ اللہ ان کو بھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیا مفہوم ہے اللہ کا اور اللہ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے۔

ہمارے اکابر لکھتے ہیں قیامت کے دن وہ رسوا ہو گا جس کا دفتر کھلے گا اور نامہ اعمال پیش ہو گا۔ قیامت کے دن نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ اعمال کھلے گا نہ دفتر کھلے گا نہ حساب کتاب ہو گا۔ اور اسی طرح نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نامہ اعمال کھلے گا نہ دفتر کھلے گا نہ حساب کتاب ہو گا۔

CS CamScanner

"لا یخزی اللہ النبی" "نہ رسوا کرے اللہ نبی کو اور ان کو جنہیں معیت ایمانی حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر معیتیں بہت سی ہیں۔ ہجرت کی ساتھ ساتھ تنگ زمانے کی معیت' جنگ کی معیت' ماحول کی معیت' عمل کی معیت' سفر کی معیت' دستر خوان کی معیت' یقین کی معیت یہ تمام معیتیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل تھیں۔ مجھے اور آپ کو نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کمزور ایمان کی معیت وہ بھی ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صدقے زنجیر جڑی رہے اور مدینہ طیبہ تک ہمارا روٹ سیدھا ہو جائے، راستے میں کہیں زنجیر کریک ہو گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔ زنجیر کا ایک کنڈا بھی ٹوٹ گیا تو ہم گئے۔ لٹیا ڈوب جائے گی ہماری۔ کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واحد طبقہ ہیں امت کا جنہیں معیت کے تمام گوشے مہیا کئے اللہ نے۔ اور ہمارے ہم عصر بزرگ علما میں سے ایک بزرگ مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری تھے۔ ملتان میں انہوں نے خطاب کیا...... فرمایا کہ یاد رکھو پوری امت قیامت کے دن اعمال کے بدلے میں تولی جائے گی جن کے ایک پلڑے میں اعمال ہوں گے ایک پلڑے میں وہ خود ہوں گے۔ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طبقہ ایسا ہے جن کے ایک پلڑے میں خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوں گے اور ایک پلڑے میں معیت رسول ہو گی۔ نسبت صحابیت ہو گی کون جیت سکے گا......؟ کون بڑھ سکتا ہے ان سے؟ ایک پلڑے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و معیت صحابیت کا وزن ہو گا تو دوسری طرف تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

تیسری بنیاد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی تیاروں کے متعلق ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کفار مکہ کو کہ میرے بیوی بچے بچ جائیں مشرکین کو اطلاع کر دوں گا۔ مسلمانوں کا حملہ ہو گا اس طرح کچھ جان بچ جائے گی۔ بظاہر یہ راز آؤٹ کرنے کی بات ہے۔ مگر ان کی نیت پر شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے اس عمل سے جنگی حکمت عملی کو نقصان کا اندیشہ تھا۔

تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ نے لکھ کر بھیج دیا۔ اللہ نے خزانہ غیب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی کہ توجہ فرمایئے یہ کچھ ہو رہا ہے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ اور دوسرے ان کے ساتھی کو رقعہ لے کر جانے والی عورت کے تعاقب میں بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ اس نے اپنی مینڈھیوں میں رقعہ اڑا رکھا ہے وہاں پہنچے اسے روکا وہ کچھ گڑبڑ کر گئی اور انکار کیا۔ انہوں نے جھنجوڑا اور اسے سمجھایا اور فراست مومنانہ جو اللہ کے نبی کے صدقے ملی تھی کہ

"اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ"

کہ مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے اور وہ خوشی نور ایمان ہے۔ نور اتباع رسول ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے بالوں میں ہے نکال۔ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور یہ غلط نہیں ہو سکتا۔ یہی فراست مومنانہ ہے جو نبی کی اتباع کے بغیر نہیں مل سکتی ہر کسی کو نہیں ملتی۔ رقعہ پکڑا گیا وہ خاتون بھی واپس لوٹائی گئی۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کو بھی بارگاہ رسالت میں بطور مجرم کے پیش کر دیا گیا۔ اب تربیت یافتہ رسول مجرموں کے کٹہرے میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قاضی ہیں۔ خود تفتیش فرما رہے ہیں جن پر یہ سب کچھ وحی والہام کے ذریعے وارد ہوا۔ اللہ نے جس کو خزانہ غیب سے مطلع کیا۔ نہ وائرلیس سسٹم نہ کوئی اور آلہ ہے۔ بغیر کسی آلہ کے۔ بالوث مالوکیں اللہ کو منوانا آتا ہے اور وہ منوائے گا۔

فسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رحلک ام حمار

عنقریب تو دیکھے گا جب غبار چھٹ جائے گا تو گھوڑے کا سوار ہے یا گدھے کا سوار ہے۔ حقائق بالکل کھل کر سامنے آئیں گے، رک نہیں سکتے، وقت کتنا لگے گا......؟ یہ اللہ جانتا ہے اور پہلے بھی مشرکین مانیں گے۔ (انشاءاللہ)

حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ گرفتار ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ بتاؤ تم نے کیا حرکت کی......؟ انہوں نے قسم اٹھائی، یقین دلایا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اپنے بیوی بچوں کو بچانے کے لئے حرکت کی تھی۔ آپ کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں۔ کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ مقدمہ ملاحظہ فرمایئے۔ اس کی نوعیت اور اس کے نتائج کی ہولناکی ملاحظہ کیجئے۔ مجرم پکڑا جاتا ہے اور پھر کیا ارشاد ہوتا ہے۔

یا اهل بدر اعملو ما شئتم قد غفرت لکم

اے بدر والو اعملو ما شئتم ...... جو تمہارے جی میں ہے کرو "قد غفرت لکم" "ہم نے تمہیں بخش دیا۔"

ان باتوں کو سامنے رکھو اور مسٹر ہشام ابن محمد صائب کلبی، مسٹر ابو مخنف لوط بن یحییٰ، مسٹر طبری، مسٹر ابن خلکان اور پاکستانی مسٹرز، پکھا ایرانی، خراسانی، سبائی ان کو مان لوں، ان کی ریسرچ کو مان لوں؟ کیسے مان لوں؟ ان کو ماننے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو بیان کیا ہے اس کو ماننے کا حکم دیا گیا ہے۔

امنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم

اس پر ایمان لاؤ تب بخشے جاؤ گے۔ اس پر ایمان لاؤ تب دردناک عذاب سے نجات ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمس النار من رآنی او رای من رانی او کما قال علیه السلام

اس کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے حالت ایمانی میں مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔

اب جو آیت کریمہ میں پیش کی ہے اس کا ترجمہ سن لیجئے۔ یہ حدیث اور وہ آیت کریمہ آپ سنیں گے تو قرنوں پر محیط صحابہ کی زندگی سمجھ آ جائے گی۔

السابقون الاولون من المهاجرین

سبقت لے جانے والے پہلے مہاجروں میں سے اور مددگاروں میں سے اور دوسرے والذین اتبعوهم باحسان وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ اتباع یعنی کی ان سابقین اولین کی مہاجرین وانصار کی۔

مہاجرین وانصار کی دو قسمیں ہیں۔

1......السابقون۔ 2...... الاولون...... والذین اتبعوهم باحسان...... جو لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں' اخلاص کے ساتھ' حسن سلوک کے ساتھ' اعلیٰ اور بہترین رویے کے ساتھ مخلصانہ رویہ رکھتے ہیں۔

ان سابقین اولین مہاجرین وانصار سے راضی ہو

گیا اور جو ان کی اتباع میں ڈوب گیا ان سے بھی راضی ہو گیا۔ قرآن کی تفسیر خود اس کا بعض کرتا ہے اور قرآن کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور الحکمۃ سے مراد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یعلمھم الکتاب والحکمۃ کہ نبی انہیں سکھاتے ہیں کتاب مجید اور اپنی کلام جو حدیث ہے کتاب اللہ کلام اللہ ہے۔

لیکن زبان رسول اللہ کی ہے۔ اور حدیث کلام بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے زبان بھی محمد رسول اللہ کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ خبردار!

مت سمجھو کہ حدیث میری طبع زاد چیز ہے۔

میری طبع زاد چیز نہیں ہے۔ انی اوتیت الکتاب بے شک مجھے کتاب بھی دی گئی ہے۔

ومثلہ معہ اور اس کے ساتھ ایک اور چیز بھی دی گئی ہے جسے حدیث کہتے ہیں۔ الحکمۃ سے مراد حدیث ہے جو قرآن کی تفسیر ہے۔

السابقون الاولون المھاجرین والانصار

چار طبقوں کا طبقہ صحابہ اور پھر ان کی اتباع کرنے والے فتح مکہ کے بعد صحابہ اس آیت کے نزول کے بعد کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین تبع تابعین یہ سب اس میں شامل ہیں اور قیامت تک کے لوگ جو ویسی ہی اتباع کریں گے۔ جیسا کہ قرآن کا مطالبہ ہے۔ انشاء اللہ بقول حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے تحتی کلا تعلیقا...... کہ معلق کرنے کے لئے نہیں ہے تحقیق کرنے اور جوڑنے کے لئے کہ اللہ پاک ہم سب سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صدقے راضی ہو جائے۔ (آمین)

قرآن کریم نے تو دین میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیثیت متعین کر دی ہے۔

اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ ان کے متعلق کیا کہتی ہے......؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تاریخ فیصلہ کن بات کہتی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تاریخ کا ارتقائی عمل ایک حقیقت ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں دو ہی واقعے ایسے ہیں جن سے عام لوگوں کو بہکایا جا سکتا ہے۔ ایک "جنگ جمل" اور دوسرا "جنگ صفین" پہلی جنگ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور امیر المومنین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ دونوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور ان کی فوجوں کو آپس میں لڑا دیا گیا۔

یوں ہوا کہ امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں کوفہ بصرہ اور مصر کے تینوں علاقوں کے ان نو مسلموں میں کچھ لوگوں نے اعتراضات کی بارش شروع کی۔ بعض مؤرخین نے اکیس اعتراضات لکھے ہیں اور بعض ان کو مختصر کر کے نو سوال بناتے ہیں۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراضات کئے گئے۔ آپ نے گورنر اپنے خاندان کے لوگوں میں سے بنائے ہیں۔ چراگاہوں کو اپنے اونٹوں کے لئے وقف کر لیا ہے...... مروان ابن حکم کو افریقہ کا سارا خمس دے دیا وغیرہ وغیرہ

اب حادثہ یہ ہے کہ یہ نام نہاد محققین اعتراضات نقل کر دیتے ہیں اور جہاں سے یہ لوگ اعتراضات نقل کرتے ہیں وہیں ان کے جوابات بھی درج ہیں۔ لیکن ان کو نقل نہیں کرتے اور یہی بددیانتی ہے۔ میں اسے ایک لمحے کے لئے بھی ماننے کو تیار نہیں ہوں۔

اہل سنت کے عظیم مورخ علامہ ابن کثیر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں امیر المومنین سیدنا معاویہ اور امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما کے مابین جو حادثات پیش آئے ہیں ان کی تفصیل لکھی ہے۔ صاحب البدایہ نے کیا لکھا ہے؟ اور کس کتاب کے حوالے دینے کے بعد محاکمہ کیا ہے؟ یہ ان لوگوں سے پوچھئے جو اس کو بیان کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تاریخ صرف روایت کا نام نہیں بلکہ اس پر تحقیق محاکمہ بحث اور ریمارکس ضروری ہیں لیکن عجیب تماشا یہ ہے کہ جو ریمارکس پاس کرتا ہے اس کا نام ہی نہیں لیتے۔ عمر ابو النصر مصری کی کتاب خلفاء محمد کو ہی پڑھ لیا ہوتا تو تب بھی مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ "ذو یب" ایک جگہ جو مصر سے قریباً سو میل بصرہ سے ڈیڑھ سو میل اور کوفہ سے اڑھائی سو میل ہے اس جگہ پر تینوں شہروں کے آدمی ایک ہی دن پہنچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو مدینہ منورہ آ کر بغاوت کرتے ہیں کیا یہ سوچی سمجھی سکیم کے بغیر ہو سکتا ہے؟ تاریخ بتاتی ہے کہ یہ تینوں طبقے جو یہاں پہنچ رہے ہیں تمام کے تمام ایرانی النسل اور یہودی النسل ہیں۔ نئے نئے مسلمان ہیں اور یمن کا ایک یہودی تاجر ان کی مکمل پشت پناہی کرتا ہے نقل و حمل کرتا ہے وہ منصوبہ کار ہے والا یہودی ہے۔ یہ اپنے مدینہ طیبہ سے نکالے جانے پر انتقامی سازشوں میں مصروف ہیں۔

حکیم ابن جبلہ ڈاکو ہے دو مرتبہ شہر سے نکالا جاتا ہے۔ معافی مانگتا ہے توبہ کرتا ہے پھر واپس آ جاتا ہے اور تمام سازش کو ہینڈل کرتا ہے۔ ابتدائی کمان اس کے قبضے میں ہے۔

عبداللہ ابن سبا المعروف "بابن السودا" اس کو معاشی تحفظ دیتا ہے۔ سکیم تیار ہوتی ہے پختہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچ جاتے ہیں اور وہی نو اعتراضات جو کوفہ بصرہ اور مصر والے کرتے ہیں۔ وہی سیدنا عثمان ابن عفان کے سامنے کئے جاتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لاتے ہیں...... اس موقع پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اجازت دیجئے ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں! مدینہ کی حرمت کی پامالی نہیں کروں گا چاہے میری جان چلی جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نرم مزاج تھے اس لئے گرفت نہیں کی۔ کیا مدینہ میں خون بہاتے تو گرفت تھی؟ خون نہیں بہایا تو گرفت نہیں۔ ذرا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور کی فتوحات تو گنو یہ کیا بغیر گرفت کے ہو گئیں؟ ایڈمنسٹریشن کے بغیر ہو گئیں؟ ان کے دور کی ایجادات اور ترقیات پڑھیں سوشل ویلفیئر سٹیٹ کا نقشہ ہے۔ حسن سلوک اور مروت کا کردار آپ لوگ پڑھیں اور جانیں کہ یہ سب کیسے ہوا؟ ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام و منصب سمجھنے کے لئے معیار قرآن و حدیث ہے تاریخ ہرگز نہیں۔

تاریخ کی رٹ لگانے والے دوست مجھ فقیر کو کو اپنے پاس طلب کریں میں بھی تاریخ کا طالب علم ہوں میں آپ کو چن چن کر دکھاؤں گا کہ کہاں کیا لکھا

ہے......؟

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے تو اعتراضات پیش کئے گئے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور فرمانے لگے "تمہارے اعتراض میں نے آج تک بہت سنے...... لیکن بیت المال سے پھوٹی کوڑی تک نہیں لی۔ میں نے اپنے مکان میں رہائش رکھی ہوئی ہے سرکاری مکان نہیں لیا۔ میں نے مروان ابن حکم کو اپنی گرہ سے پیسہ دیا ہے بیت المال سے نہیں۔ میں نے افریقہ سے آنے والا خمس ذاتی رقم سے خرید کے اس کا پیسہ بیت المال میں داخل کیا ہے۔ مال غنیمت آتا ہے تو خرید لیتا ہوں۔ مال خرید کر اپنے داماد کو دیا ہے اور پیسہ بیت المال میں داخل کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ میرے خاندان کے لوگ حاکم ہیں یہ بھی غلط ہے۔ پچیس صوبوں میں سے صرف تین صوبوں پر بنوامیہ کے حکمران ہیں اور باقی سب غیر اموی ہیں۔ ان میں سے ایک کو میں نے مقرر کیا ہے دو کو عمر ابن خطاب نے مقرر کیا ہے میں نے خود مقرر نہیں کئے۔

تاریخ' تاریخ تاریخ کیا تاریخ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ ہم نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا......؟ تم نام نہاد رائٹرز نے کوئی اچھوتی تاریخ پڑھ رکھی ہے جو ہمیں دستیاب نہیں۔ ہاں! یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمہیں جس جس جگہ سے مواد حاصل ہوا ملتی ہے ٹھیکہ ابر وچ کی ہیں پر تم نے اسی کو غنیمت جانا' کوئی محقق فقیر کو اپنی بارگاہ میں طلب کرے اور بتائے کہ تاریخ کی معتبر کتابوں میں خلیفہ راشد و برحق' امام ثالث و مظلوم' شہید فی حالت تلاوت القرآن' افضل المتقین' امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان نو سوالوں کے تین مرتبہ جواب دیئے۔ اور تیسری مرتبہ تو اس حالت میں کہ چھت پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ آئے تو یہ مسجد تنگ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون اس زمین کو خرید کر وقف کرے گا؟ اس کے صلہ میں اس کو بہتر جگہ ملے گی۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی تو کیا اس مسجد میں تم نماز نہیں پڑھنے دیتے......؟

تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس میں بئر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کون خرید کر عام مسلمانوں پر وقف کرتا ہے......؟ اور اس سے بہتر اس کو جنت میں ملے گا تو میں نے ہی اس کی تعمیل کی تو کیا اسی کے پانی پینے سے محروم کر رہے ہو......؟ کیا تم جانتے ہو کہ عسرت کے لشکر کو میں نے ہی ساز وسامان سے آراستہ کیا تھا؟ یہ روکنے والے کون تھے؟ میں بھی سوال کرتا ہوں تاریخ کے چوھدریوں سے! تاریخ کے نام نہاد اجارہ داروں سے! کہ وہ بتائیں کہ یہ کون لوگ تھے......؟

یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے ڈیمو کریسی پر اعتماد کرتے ہوئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رخنہ ڈالا اور سبوتاژ کیا۔ اس دور امن کو مدینہ طیبہ کی حرمت کو پامال کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان (سیدنا معاویہ کی بہن) یا اپنے بھتیجے اور اپنے داماد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے روٹی اور پانی کا مشکیزہ لے آئیں ان کو شر پسندوں نے سواری سے گرا دیا...... کیا یہ تاریخ میں نہیں لکھا ہوا؟ کیا یہ ہوا نہیں......؟

یہ شور کرنے والے کون تھے؟ یہ وہی کوفی' بصری' مصری اور یہودی النسل ایرانی لوگ تھے۔ جنہوں نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے انڈر گراؤنڈ موومنٹ کی۔ جی ہاں! ہر کافر انڈر گراؤنڈ موومنٹ کرتا ہے اور مسلمان اوپن ورک کرتا ہے۔ مجھ فقیر کو کہیں یہ بات نہیں ملی کہ کبھی مسلمان نے زیر زمین چوری چھپے کام کیا ہو جب بھی کام کیا علی الاعلان کیا۔

بلاوزدان جفاپیشہ کہ من ہی آیجم

اللہ کے دین کے دشمنوں' نقب زنوں' ڈاکوؤں' چوروں اور زانیوں' شرابیوں کو للکار کے کہا کہ ہم آرہے ہیں پیچھے رہ کے زیر زمین خفیہ سازشیں کرنا۔ بھیک مانگ کے لوگوں سے سازش کر کے جھوٹ بولنا یہ کفر کا وطیرہ ہے۔ کفر کی خصوصیت ہے کفر کے لوازمات ہیں۔

خلفاء راشدین کے عہد میں مسلمانوں پر جمہوریت پسندوں کا پہلا حملہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ہوا اور جمہوریت کے نام پر حضرت امیر المومنین کو شہید کر دیا گیا۔

کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ ام المومنین' حبیبہ حبیب رب العالمین' ضجیعہ رسول اللہ' الطاہرۃ المطہرۃ' عائشہ صدیقہ طلعہ رداء الحمیر اصلوت اللہ وسلام اللہ علیہا نے امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی۔ نصف شب کے گزرنے سے پہلے ام المومنین اور امیر المومنین ماں بیٹا میں صلح ہو جاتی ہے۔ بیٹا ماں کے پاس چل کر آتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں وضاحت کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ کو بتایا گیا وہ درست نہیں۔ اللہ نے مجھے طاقت دی تو میں ضرور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لوں گا۔ البدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے خیمے میں آرام فرما ہیں اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ آرام فرما ہیں۔

رات تیسرے پہر کے آخری حصہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فوج پر حملہ ہوتا ہے۔ کون حملہ کرتا ہے......؟ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور ان کی فوج تو دھوکے باز نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو انہوں نے صلح کی تھی۔ یہ حملہ آور منافقین اور یہود و مجوس تھے۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلتا ہے' پھر تشریف لاتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری تک بنو اسد کے ڈیڑھ سو جوان اپنی ماں کی عزت و ناموس پر اونٹنی کی لگام پکڑے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔ اور ماں کی ناموس پر حرف نہیں آنے دیتے۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ پہنچتے ہیں اور تین مرتبہ فرماتے ہیں:

لعن اللہ قتلۃ عثمان

خدا کی قسم لعنت ہو قاتلین عثمان پر' خدا کی لعنت ہو قاتلین عثمان پر۔ آپ نے گھوڑے پر بیٹھ کر بلند آواز سے کہا تین مرتبہ قاتلین عثمان پر لعنت بھیجی اور کہا یہ ان کا حملہ ہے' میری طرف سے کوئی حملہ نہیں ہوا۔ نہ میں نے کہا نہ میں اس سے راضی ہوں۔ میں کیسے مان لوں کہ جناب امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ لڑیں اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑیں۔

جبکہ قرآن پاک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق کہتا ہے رحماء بینھم غور فرمایئے تا......

آپس میں ایک دوسرے پر رحم دل ہیں' شفیق' دمہربان ہیں' محبت و مودت کے پیکر ہیں اور دین کے ساتھ مخلص ہیں۔ سازش کو مت بھولئے۔ یہ بڑی خوفناک چیز ہے۔ یہ سازش ہی تھی جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے آپس میں لڑا دیا۔ مگر سازش کا علم ہوتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنا رخ انہیں سازشیوں یعنی منافقین اور یہود ونصاریٰ کی طرف موڑ دیا۔

آج بھی یہی سازش کار فرما ہے' جس نے مولویوں میں طبقات پیدا کر دیئے ہیں۔ اس کے پیچھے آج مغرب پرست سرمایہ دار کام کر رہا ہے۔ پرانا جاگیر دار' مل اونرز' سیاسی وڈیرے یہ سب مذہبی تنفر اور مذہبی کشمکش میں ملوث ہیں۔

ہمارا دین ایک' ہمارا اللہ ایک' رسول ایک' قرآن ایک' فقہ ایک' پھر لڑائی کیسے......؟ امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور دیگر آئمہ کرام ہمارے بزرگ ہیں۔ شاہ ولی اللہ' شاہ عبدالحق' شاہ عبدالرحیم' شاہ عبدالقادر' شاہ عبدالعزیز' سیدنا عبدالقادر جیلانی' معین الدین چشتی' صابری کلیری' نظام الدین اولیاء' بہاء الدین زکریا' رکن عالم' علی بن عثمان ہجویری' حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہا جمعین یہ سب ہماری متاع مشترک ہیں تو وہ سب ایک ہیں تصوف کے طریقے بھی وہی چار ہیں جو سب میں مشترک...... پھر لڑائی کون کراتا ہے......؟ ظاہر ہے کہ ایک مفاد پرست طبقہ ہے جس کے مفادات وابستہ ہیں مزدوروں کے ساتھ' ملازم کے ساتھ' بس ڈرائیور کے ساتھ اور مولوی پیر کے ساتھ یہ مفاد پرست طبقہ نہایت موذی عنصر ہے جو اپنے مفادات کی خاطر ان طبقات کو آپس میں لڑاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ اپنے کسی بندے کو اتنی طاقت دے جو ان کے پیچھے حرکت کرنے والے ہاتھوں کو کاٹ دے تاکہ ایسے غنڈے دور سے نظر آ ئیں جو امت میں مذہبی کشمکش پیدا کر کے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں...... اللہ تعالیٰ آپ اور ہمارے حال پر رحم فرمائے اور دشمن کی چالوں کو سمجھ کر ان دشمنان خدا و دین کا تعاقب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میں عرض کر رہا تھا کہ تاریخ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ کیا ہے......؟ دوسرا واقعہ ہوا وہ صفین کا ہے...... صفین ایک جگہ کا نام ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کچھ اطلاعات پہنچیں۔ اطلاعات دینے والے وہی منافقین مجرم تھے جنہوں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مدینہ چھڑوایا اور انہیں کوفے لے گئے۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر حملہ کیا' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹے الزامات لگائے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خط سنئے جو انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا...... یہ نہج البلاغہ میں موجود ہے فرماتے ہیں:

السلام علیک ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کی۔ اور انما الشوریٰ للمہاجرین والانصار اور شورائیت کا جو اہم رتبہ اور منصب ہے یہ اب بھی مہاجرین وانصار کے قبضہ میں ہے جاہے وہ جتنے بھی ہیں۔ ذرا غور کیجئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف تسلیم کیا ہے اور پھر کسی منافق کو السلام علیکم نہیں کہا جاتا۔ یہ تو خالصتاً ایک مومن کا دوسرے پر حق ہے۔ اس لئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے باوجود السلام علیکم لکھا۔

القصہ مالک اشتر نخعی یہودی النسل ہے۔ خبیث ترین آدمی ہے۔ اس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فوج کا سپہ سالار تھا اور جس کا سپہ سالار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا براہ راست قاتل ہو تو پھر شکوک تو ابھرتے ہیں۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجبور ہیں۔ ان ظالموں نے انہیں بے بس کر دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سنایا کہ آپ قاتلین عثمان سے بدلہ لیں' ان سے خون عثمان کا قصاص لیں تو "انا اول من بایعہ من اھل الشام" کہ اس صورت میں اہل شام میں سے سب سے پہلے بیعت کروں گا۔ تو ظالموں کے انبوہ کثیر نے بیک زبان کہا "نحن جمیعا قتلنا عثمان" "ہم عثمان کے قاتل ہیں...... کون ہے جو ہم سے بدلہ لے......؟ اب یہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کیا کرتے۔ اس کے باوجود آپ نے بڑی کوشش فرمائی کہ کسی طریقے سے ان لوگوں کو قابو کر لیں۔ مگر وہ اس موضوع پر کوئی بات ہی نہ سنتے تھے اور نہ اطاعت کرتے تھے۔ قاتلین عثمان نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی کا سہارا لیا اور ان کی فوج پر قبضہ کر کے انہیں بے بس کر دیا۔

دوسری طرف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والے اپنی جگہ حق بجانب تھے۔ کوئی معمولی حادثہ تو نہیں ہوا تھا۔ جگر گوشہ رسول کے شوہر نامدار اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت تھی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے حامی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک ہی مطالبہ کرتے تھے کہ آپ اگر کمزور و بے بس ہیں تو ہمیں اجازت دیں ہم خود قاتلین عثمان سے قصاص لیتے ہیں۔

فی الحقیقت منافقین اور سبائیوں نے دونوں جماعتوں کو دھوکہ دے کر آپس میں لڑا دیا' جنگ ہوگئی۔ صفین اور جمل کی جنگوں میں ایک روایت کے مطابق 86 ہزار انسان قتل ہوئے۔ لیکن اس پر علماء تاریخ اور محقق نے جرح کی ہے کہ ان مقتولین کی صحیح تعداد 35 ہزار ہے۔

اب جانبین سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہا ہر دو فریقوں کے جتنے بھی قتل ہوئے ان کا جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ یہ ہے بات جہاں میں آپ کو لانا چاہتا تھا کہ دونوں جنگوں کے مقتولین کا جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ اگر جنگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین ہوتی تو بات کچھ اور تھی۔ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے موقف سے نہ ہٹیں۔ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر کبھی نہ روتے۔ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو نصیحت نہ فرماتے کہ:

لا تکرھوا امارۃ معاویہ

میرے بیٹے معاویہ کی امارت قبول کرنا پڑے تو ناپسند نہ کرنا۔

جناب والا...... یہ اسلام کے خلاف سبائیوں' خراسانیوں' مجوسیوں اور یہودیوں کی سازش تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس برس میں ایسا انقلاب برپا کر دیا...... ابوبکر و عمر اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہم نے

مار مار کے ان کفار کا بھرکس نکال دیا' اس کے انتقام کا روٹ بھی تھا۔ رومیوں نے ان سازشیوں کو اسلحہ دیا اور یہودیوں نے سرمایہ دیا اور جو لوگ اسلام کے پردے میں منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اللہ کے دین کی حاکمیت کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے وہ یوں سامنے آئے۔ یہ لوگ دین اسلام کے ساتھ مخلص نہیں تھے۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ ہوئی اور جنگ کے بعد علاقے تقسیم ہو گئے۔ پھر جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انہی ساتھیوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حجتیں لگانا شروع کر دیں اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' سیدنا مغیرہ ابن شعبہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں بکنے لگ گئے...... وہی لوگ جو پیر وان موالی علی تھے ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انسان ہوتو وہ کہتے ـــــان الحکم الا اللہ...... وہ کہتے ہیں ابوموسیٰ اشعری غلط' مغیرہ ابن شعبہ غلط' عمرو بن العاص غلط' معاویہ غلط' علی تو بھی غلط۔ تمہارا فیصلہ ہم مانتے ہی نہیں۔ بس ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ٹھیک تھے۔ اب سنئے ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ ابن عباس جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقب دیا حبر الامۃ راس المفسرین ان سے کہا کہ آپ جائیں اور سمجھائیں اور توبہ کی طرف مائل کریں۔ ان سے افہام تفہیم کریں۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو شروع کی۔ بحث کرتے کرتے بات اس پوائنٹ پر آ کر ختم ہو گئی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین مانتے ہو کہ نہیں...... کہنے لگے نہیں مانتے۔ پوچھا کیوں؟ کہنے لگے بس نہیں مانتے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ تم یہ بات سوچ سمجھ کر کرو۔ تم قرآن کی ایک آیت کا انکار کر رہے ہو؟ اور اس کی وجہ سے مرتد بن رہے ہو۔ قرآن پاک میں ہے:

النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم

نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب بار بار کہا اور انہوں نے مانا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آ کر رپورٹ دی کہ یا امیر المومنین انہوں نے یہ باتیں کی ہیں اور میں نے ان باتوں کے یہ یہ جواب دیئے ہیں ـــ یوں توبہ کی تلقین کی یوں فہمائش کی مگر وہ نہیں مانے' وہ مرتد ہو گئے ہیں ان کے خلاف جہاد واجب ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو موالی علی رضی اللہ عنہ کے نام نہاد سگی بنے وہی ہیں جنہوں نے کوفہ' بصرہ اور مصر میں بغاوت و شورش پھیلائی۔ انہی نے مدینہ پامال کیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مدینہ چھوڑنے کا سبب بنے۔ پھر جنگ ہوئی تو یہی لوگ اہانت کے مرتکب ہوئے۔ پھر ان کے خلاف جہاد ہوا۔ اور جناب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کیا۔ ان میں سے بعض کو آگ میں جلوایا...... یوں حشر کیا۔ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وصال پر ملال کے بعد باقی بچ رہے ان کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے چن چن کر ٹھکانے لگایا۔ پھر بھی جو باقی بچ رہے ان کو حجاج بن یوسف نے ختم کر ڈالا یہ سب البدایہ والنہایہ میں موجود ہے۔

ایک سوال اٹھتا ہے کہ جناب فلاں حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص حضرت عمار بن یاسر کو قتل کرے گا وہ جہنمی ہوگا اور یہ کہ جن لوگوں نے قتل کیا وہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ اس کا جواب کنز العمال میں موجود ہے۔ اگر یکطرفہ کارروائی کرنے کا فیصلہ ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شخصیت کو ذبح کرنا ہے پھر تو برائیاں ہی تلاش کی جا سکتی ہیں۔ اور جب یہ مقصد ہو کہ اللہ کی امانت جن لوگوں کے سپرد ہے ان کا دفاع ہم پر واجب ہے تو پھر دفاع کرنے والے کو چاہے میلوں کا سفر کرنا پڑے وہ دفاع کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ظھرت البدع او قال الفتن وسب اصحابی فللعالم ان یظھر علمہ ومن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنت اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل من صرفا عدلا او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام

حضرت عویمر بن ساعدہ سے روایت ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بدعتوں کا دور دورہ ہو اور میرے ساتھیوں کو گالی گلوچ کیا جائے تو علماء کے ذمے ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کریں...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو معلومات حدیث کی ہیں ان کو بیان کریں ـــ اور جو نہیں کرے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مولوی پر بھی لعنت ہے جو علم کو چھپاتا ہے۔ جو مقام صحابہ بیان نہیں کرتا ہے۔ گالیاں سنتا ہے۔ سب و شتم سنتا ہے پھر ان کا دفاع نہیں کرتا اور تہمات اور بہتان طرازیوں کو رد نہیں کرتا۔ فعلیہ لعنۃ اللہ اس سے بڑی سزا یہ کہ ـــ لا یقبل اللہ منہ صرفا و لا عدلا...... کہ اللہ اس کے فرائض قبول کریں گے اور نہ نوافل۔

ہم مولوی لوگ سوچ لیں ہمارے ذمہ کیا ہے؟ ہم نے کیا کرنا ہے......؟

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ' سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع نہ تو واجب ہے نہ سنت اور نہ ہی مستحب۔ مباح کے درجے کا ایک کام ہے۔ اگر ان کو کوئی گالی دیتا ہے تو اس سے آسمان نہیں گر جائے گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دفاع واجب ہے جو ہم کرتے نہیں۔ بس کان پر ہاتھ رکھا' موسیقی کے سنگھاسن پر براجمان ہوئے لوگوں کو لوٹنا اور لوٹ پوٹ کرنا اس میں لگ گئے۔ جناب خدا کے لئے غور فرمائیں...... یہ بہت تکلیف دہ موضوع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من آذالی ولیا فقد آذنتہ للحرب

کہ جس نے میرے ان ساتھیوں میں کسی کی عداوت کی' میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ نبی کی تئیس برس کی پونجی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ جائیداد نہیں' دولت نہیں' کوئی سرمائے کی ریل پیل نہیں' نبی نے تئیس برس کی محنت کی اور چار لاکھ انسان کارخانہ انسانیت سے ایسے نکالے کہ ایک ایک آدمی ساٹھ ساٹھ پر بھاری وزنی ہے۔ کیریکٹر کے اعتبار سے جہاد میں قوت و بہادری کے اعتبار سے' عزم و ثبات اور استقامت کے اعتبار سے کامل و اکمل تھے۔ صحابہ دشمنوں کے یہ اعتراضات' ان کا لب و لہجہ' ان کے اعتراضات کی بوچھاڑ سراسر کفر ہے۔

جو لوگ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ کرام پر اعتراض کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ پھر فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والوں پر بھی تنقید

ہوگی۔ تنقید کے جو اصول فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے پر لاگو کرتا ہے وہی پہلے والوں پر کریں گے۔ تمیز کیوں کرتے ہو اور تمیز کیوں کی جائے۔۔۔؟

جو تاریخ قرآن وسنت کے قائم کئے ہوئے معیار کے خلاف ہے مسترد ہے جو اس سے مطابقت رکھتی ہے قبول ہے۔ یہ ہے تاریخ کو قبول کرنے کا معیار۔۔۔ اور اس معیار کے صدقے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں۔ معیار ایمان اور معیار رشد و ہدایت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا وہ آپ نے صحابہ کرام کو منتقل کیا پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ساری دنیا میں پھیلایا۔

اللہ پاک ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی اتباع میں اسلامی انقلاب کی جنگ لڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر سنئے کامیابی اور ناکامی کوئی معیار نہیں' اقتدار پر آجانا یا اقتدار سے ہمیشہ محروم رہنا کوئی معیار نہیں' معیار اس امت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع ہے اور وہ بھی صرف اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع نبی کی اتباع ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو معیار حق فرمایا اپنی محنت اور اللہ کی منشاء سے وہ امتحین کا معیار ہیں قرآن کہتا ہے:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ واجر عظیم

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز میں بولتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے اللہ نے ادب کے ساتھ۔ ان کے لئے معافی ہے اور بڑا ثواب ہے۔

(الحجرات)

امتحن اللہ قلوبھم

ان سے اللہ نے دلوں کا امتحان لیا ہے تقوی کے لئے اور جناب امتحان صوفہ سیٹ کے ڈرائنگ روم میں نہیں لیا۔۔۔ بلکہ تلوار کی دھار' نیزے کی انی میں پرو کے' تیروں کی بوچھاڑ میں' تیل میں جلوا کے' کوٹھے پہ لوٹ پوٹ کروا کے' بھوک دے کے' بیوی بچے چھڑوا کے' جس طرح کپاس دھنی جاتی ہے اس طرح ان کی زندگی کو دھن دیا۔ وہ امتحان میں پورے اترے تو اللہ نے اعلان کر دیا:

لھم مغفرۃ واجر عظیم

سب بغیر امتحان کے نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اللہ پاک ہم سے اول تو آزمائش لیں نہیں' ہم اس قابل ہی نہیں ہیں۔ میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس دور میں روزے رکھے' اس دور کی گرمی یاد فرمائے۔ اس ایک امتحان میں ہم پورے نہیں اتر سکتے۔ باقی امتحان تو بڑی دور کی بات ہے۔ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ تین سو میل ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیدل' اونٹوں' خچروں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر رمضان المبارک میں جہاد کے لئے جایا کرتے تھے۔ آج ہم گھر سے اٹھ کر مسجد میں چند منٹ نہیں دے سکتے۔ ہم تو آج پیٹ کے بندے بن گئے ہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے:

والد ماجد سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریروں میں جب سرمایہ داروں' جاگیرداروں' وڈیروں اور بڑے پیٹ والے پیروں سے مخاطب ہوتے تو کہتے:

ھذا ربی اکبر برفع لی وارفع لی یستحلی واسجد لہ یصلی واعبدلہ

ایک عرب شاعر کا شعر یاد آ گیا:

دینکم واموالکم وقبلتکم نساء کم
ومعبودکم تحت قدمی

تمہارا دین' تمہاری دولت' تمہارا قبلہ وکعبہ تمہاری عورتیں' تمہارا معبود اور اقتدار میرے پاؤں کے نیچے۔ مسلمان قوم کا یہ معیار نہیں تھا۔ اور ان شاء اللہ نہیں رہے گا۔ ہمارا معیار کچھ اور ہے۔ والد ماجد رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو بھائی! مال اس لئے بناتے ہیں کہ جان پر بنے تو مال قربان کر دیا جائے' ماں باپ' بیوی' بہن' ان پر بنے تو جان قربان کر دی جائے اور اگر دین پر مشکل وقت آ پڑے تو پھر ناموس بھی قربان کر دی جائے۔ ایسے مسلمان بن جائیں تو ان شاء اللہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو پوری امت کو اس بات کی توفیق دے اور امت کے لئے آسان فرمائے۔

آمین

﴿معرفت صحابہ کرام﴾

(اقتباس خطاب)

جانشین امیر شریعت حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری

جس شخص نے توحید اور رسالت کا اقرار کرنے کے باوجود صحابہ کی محبت' حرمت' عظمت اور عزت کا اعتراف نہیں وہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن شریعت کا فہم اسوۂ رسول کی حقیقت سے آشنائی قیامت تک اس کو نہیں آ سکتی اور جہاں صحابہ کے نقش قدم پر اس نے چلنا شروع کیا۔ پورے دین کا' پوری شریعت کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے سے آشنا ہونے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔۔۔۔ یہ اس کی شگفتگی' تر و تازگی اور اس کی روحانی قوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک آدمی نے جب تک ابوبکر کو نہیں پہچانا وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ختم نبوت کا جانشین کیا معنی رکھتا ہے۔۔۔۔؟

جس شخص نے عمر کو پہچانا ہی نہیں وہ خدا کے بتائے ہوئے انصاف کا مطلب بیان ہی نہیں کر سکتا۔

جس نے عثمان کو نہیں سمجھا وہ جان ہی نہیں سکتا کہ اسلام میں خلیفہ کا انتخاب کیسے ہوتا ہے۔

جس نے علی کو نہیں سمجھا وہ جان ہی نہیں سکتا کہ اسلام میں منہج سنت کے اصول کیا ہیں؟ اور کس قسم کے آدمی کو قاضی کی کرسی پر بیٹھنا چاہیے؟

جس شخص نے امیر معاویہ کو نہیں سمجھا وہ جان ہی نہیں سکتا کہ دوستوں اور دشمنوں سے کیا سلوک ہونا چاہیے۔۔۔۔؟ اور اسلام کی سیاست کا سکہ کیسے بٹھایا جاتا ہے۔۔۔۔؟ صحابہ کو سمجھے گا نبی سمجھ میں آئے گا۔۔۔۔ نبی سمجھ آئے گا تو خدا سے آشنائی ہوگی۔

مراسلہ

شعیب احمد متعلم جامعہ اشاعت القرآن

حضرو۔۔۔ ضلع اٹک

ماہنامہ القاسم کی تاریخی پیشکش

نویں خصوصی اشاعت

مولانا سید اسعد مدنیؒ نمبر

ترتیب ! مولانا عبدالقیوم حقانی

فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی پُرعزم زندگی' لازوال جدوجہد' قومی وملی خدمات' قابل فخر کارنامے' لائق تحسین کردار' انفرادی واجتماعی ان گنت کارہائے نمایاں' سیرت واعمال کے ہمہ جہتی پہلوؤں پر مشتمل

ایک پورے عہد کی ترجمان دستاویز

معرکۃ الآراء تحریریں' گرانقدر مضامین' تفصیلی تجزیئے' تاثرات ومشاہدات' ملی وقومی خدمات' فروغ اسلام کیلئے انتھک جدوجہد کی تاریخ' فرقِ باطلہ کا تعاقب اور مغربی سامراج کا مقابلہ' علمی مقام اور روحانی عظمتِ شان

چند لکھنے والے

مولانا سید ارشد مدنی' مولانا سید اسجد مدنی' مولانا فضل الرحمٰن' مولانا سمیع الحق' مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی' مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی' مولانا عبدالقیوم حقانی' مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی' مولانا نور عالم خلیل امینی' مولانا اسجد قاسمی' مولانا زاہد الراشدی' قاضی حسین احمد' مولانا محمد سلمان منصور پوری' مولانا محمد یحییٰ قاسمی' مولانا راشد الحق سمیع حقانی' مولانا مفتی محمود زبیر' مولانا مجاہد الحسینی' سید مفتی محمد مظہر اسعدی' مولانا عبدالغفور حیدری' مولانا محمد زاہد شاہ ڈیروی' مولانا ابوبکر غازی پوری اور ان جیسے دیگر اکابر ومشائخ اور اہلِ قلم حضرات کی گراں قدر رشحاتِ قلم

۳۰۰ صفحات سے زائد' عمدہ طباعت مضبوط جلد بندی قیمت صرف ۳۰۰ روپے

اسی رقم میں آپ ماہنامہ القاسم کے ایک سال کے لئے خریدار بھی بن جائیں گے

ماہنامہ القاسم' جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق نوشہرہ سرحد پاکستان

فون : 0923-630237

فیکس : 630094

جگر گوشہ پیغمبر

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

قاری محمد حنیف ملتانی

جگر گوشہ رسول انورؐ:

امام الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے اس دین کے پیچھے بڑی بڑی قربانیاں دیں، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی، سب سے بڑی لخت جگر، سب سے بڑی نور نظر، سیدہ زینب کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گود میں لے کر پالا۔ اس بچی کے بارے میں کیا کہوں کہ جس کو دن میں کئی کئی مرتبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سینہ مبارک سے لگا کر پیار فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ زینب نہایت ہی عابدہ، زاہدہ، پرہیز گار تھیں، بڑی اللہ اللہ کرنے والی تھیں۔ ابا جان کی بڑی فرمانبردار تھیں۔ امی جان کی بڑی فرمانبردار تھیں۔ نبی کی سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ سب سے بڑی لخت جگر ہیں، سب سے بڑی کالی کملی والے کی صاحبزادی ہیں۔ لوگ آج نام سے بھی واقف نہیں۔ مولوی بھی ڈر کے مارے نام نہیں لیتے، کبھی دوسرے لوگ پیسہ دینا بھی بند نہ کردیں۔

اندازہ لگا ہم لوگوں کی غداری کا، ہم لوگوں کی بزدلی کا، نبی کی بیٹیوں کا نام لینا پسند نہیں کرتے، نبی کی بیٹیوں کا مقام بتانا پسند نہیں کرتے۔ نبی کی لخت جگر جنہوں نے بڑے بڑے دکھ اٹھائے ہیں ان کے بارے میں ذکر خیر کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔

حضرت خدیجہ کی نور نظر:

یہ وہ بیٹیاں ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ خدیجہ کے بطن سے پیدا ہوئی اور سیدہ خدیجہ کی گود میں پرورش پائی۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے لئے اپنی سگی سالی حضرت ہالہ کے بیٹے سے شادی فرمادی۔ اتنی محبت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سالی سے حضرت ہالہ نے اگر آ کر دروازہ پر آواز لگا دیتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوڑ کر تشریف لاتے اور آواز لگاتے ہالہ آ گئی ہالہ آ گئی۔

چنانچہ اس وقت تک قرآن کریم کا نزول شروع نہیں ہوا۔ سیدہ خدیجہ بھی داغ مفارقت دے گئی۔ دنیا فانی سے رحلت فرما گئیں۔ حضرت زینب نے سیدہ ام کلثوم، سیدہ رقیہ اور فاطمۃ الزہرا کی پرورش بھی کی تربیت بھی فرمائی بڑی بہن ہونے کی وجہ سے۔

حضور (ﷺ) کی ہجرت اور حضرت زینبؓ کی تمنا:

بالآخر وہ وقت آ پہنچا، جب مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے کے لوگوں سے تنگ ہو کر ہجرت کرنا پڑی۔ ظالموں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو چین نہ لینے دی۔ دن کو سکون نہ آنے دیا نہ پانی دیا نہ کھانا دیا، اتنا مارا سید دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ کو اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آج اگر ان واقعات کو پڑھو تو زمین پھٹ جاتی ہے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو سیدہ زینب پیچھے رہ گئی، مکے پاک میں رہ گئی۔ اداس تھی ابا جان کی وجہ سے دل نہیں لگتا تھا۔ ہر روز کوشش کرتی تھی مدینے پاک میں چلی جاؤں۔ میں بھی اپنے ابا پاک کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

سیدہ زینبؓ کی امانت داری:

چنانچہ سیدہ زینب مکے کے محلے کا چکر لگاتی تھیں، عزیزوں، رشتہ داروں میں آیا جایا کرتی تھیں۔ ہر وقت روتی تھیں۔ میرے لئے دعا کرو میں اپنے ابا جان کی خدمت میں جا پہنچوں۔ اندازہ لگا نبی کے لخت جگر کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا۔ ایک ایک عورت کو کہتی تھیں جس کا میں نے آٹا دینا ہو وہ آٹا لے لے، جس کا میں نے دھاگا دینا ہے وہ اپنا دھاگا وصول کرلے۔ جس کی میں نے سوئی دینی ہو وہ سوئی وصول کرلے۔ کل کو میں مدینے چلی جاؤں میرے بعد میں مکے کی کوئی عورت یہ نہ کہے کالی کملی والے کی بیٹی ہو کر بے ایمانی کر گئی۔

سیدہ زینب کو تو اس بات کا فکر ہے کہ اس میں نبی آخر الزمان کی بدنامی ہے۔ نبی کی بیٹی مکے کا فروں سے پوچھتی پھرتی ہے کافروں کی بیٹیوں سے پوچھتی ہے کہ اگر میں نے تمہارا آٹا دینا، سوئی دھاگا دینا ہو وصول کرلو، آٹا دینا ہو وصول کرلو اگر تمہاری سوئی بھی میرے ذمہ ہو مجھ سے وصول کرلو کل کو یہ نہ کہنا زینب نبی کی بیٹی ہو کر ہمارا کھا کر چلی گئی۔ زینب کو غیرت آ رہی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو زک نہ آئے۔ ان کے مشن پر زد نہ آئے۔ ہم نے حج بھی کر رکھے ہیں، نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور نیک بنے پھرتے ہیں مگر لوگوں کے قرضے مارتے ہیں، بے ایمانی کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، بدمعاشی کرتے ہیں، کبھی تمہارے دماغ میں بھی یہ بات آئی کل کالی کملی والا میرا منہ دیکھ کر کیا کہے گا...... آو بے حیا تو میرا نام لیوا تھا۔ بازار میں جا کر دیکھو وہاں فریب ہی فریب ٹھگی ہی ٹھگی ہے۔ مارکیٹ میں جاؤ جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ کچہریوں میں جاؤ تو ماشاء اللہ درباری سارے کا سارا صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے زمانے کا ہے کیا بات ہے۔ کچہریوں والے کیا کریں اصل قصور تو تمہارا ہے نا...... بچوں کو کھلاتے ہو ڈالڈا گھی اور افسروں کو لا کر دیتے ہیں دیسی گھی کے ٹین۔ نہ لڑو کیوں ایک دوسرے پر لاٹھیاں چھریاں، کلہاڑیاں چلاتے ہو، جو بات ہو اس کا خود بخود فیصلہ کرلو اس طرح جب لوگ آتے ہیں کچہری میں چاروں طرف ویگنوں سے گاڑیوں سے بسوں سے جیسے عرس میں تشریف لا رہے ہوں۔ کوئی آدمی آج یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا تقویٰ، میری پرہیزگاری اس طرح کی ہے اور اس طرح پر ہم لوگ کاربند ہیں۔

کئی جھوٹ تو ایسے ہیں کہ لوگ ان کو گناہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً اس نے کہا کہ اس مال میں رعایت کردے وہ کہتا ہے کہ بیاتے میں تو مجھے نہیں پڑا۔ اس سے زیادہ تو اس پر خرچ آ جاتا ہے اور اگر اس نے نہیں پوچھا تو خواہ مخواہ احسان جتلانے کے لئے کہ جی آپ ہمارے

پھانسے گا، جگہ جگہ ہیں اس پر ہم نے آپ پر بحث دیکھ کر جیسے لگائے ہیں، مناقع لگا یا ہی نہیں ...... حالانکہ لگایا ہوا ہوتا ہے اور لوگ اس کو حاجی صاحب، مولوی صاحب، اس کو گناہ نہیں سمجھتا، حالانکہ قرآن اور نبی کی شریعت کے سامنے یہ بالکل حرام ہے۔

بہر حال سیدہ زینب ایک ایک گلی جاتی ہے ایک ایک قبیلے والوں کے پاس جاتی ہے ایک ایک خاندان کے پاس جاتی ہے اور جا کر کہتی ہے کہ میں کالی کملی والے کی بیٹی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر، میں مدینہ جانا چاہتی ہوں جس کا میں نے جو کچھ دینا ہو وہ وصول کر لے۔

کفارِ مکہ کا ستم:

طے شدہ وقت آیا کہ سیدہ زینب اپنے دیور کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر رات کو مکے سے نکلتی ہیں تا کہ مدینے پہنچ جاؤں۔ ابا جان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں، کئی میل باہر تشریف لے گئیں، مکے کے سرداروں کو پتہ چل گیا، مکے کے چوہدریوں کو پتہ چل گیا۔ آخر الزماں پیغمبر کی بیٹی بچ کر نکل رہی ہے۔

اندازہ لگاؤ عزت والے بیٹھے ہو بیٹیوں والے بیٹھے ہو اندازہ لگاؤ، سارا مکہ باہر نکل پڑا پکڑو کالی کملی والے کی بیٹی پکڑو اور آ پہنچے اس مقام پر جہاں سیدہ زینب سفر فرما رہی ہیں اونٹنی کو گھیرے میں لے لیا۔ سیدہ زینب کے دیور نے بڑا سمجھایا ظالمو...... ! کچھ تو کچھ قریش کی آبرو ہے ہاشمی خاندان کی آبرو ہے۔ عبدالمطلب کے خاندان کی آبرو ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے کچھ تو کرو۔

دین ایسی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس کی عظمت کے لئے اس کے اکرام کے لئے اس کے احترام کے لئے اس کی شان کو برقرار رکھنے کے لئے لوگوں نے اپنے خون کی ندیاں بہا دیں۔

خاندانِ نبوت کی پاکیزگی:

اس لئے قرآن کہتا ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

اللہ پاک نے ارادہ فرمالیا، پروردگار عالم نے فیصلہ کر دیا:

لیذھب عنکم الرجس اھل البیت

کہ وہ نبی کے خاندان سے پلیدی، نجس، غلط چیزوں کو دور کر دے۔ ان کو پاکیزہ بنا دے...... اہل البیت...... نبی کے گھر والوں کو پاک بنا دے۔ سمجھنے والوں نے خوب سمجھا۔ قرآن کہتا ہے کہ...... اہل البیت...... گھر والے، عربی میں بیت کہتے ہیں گھر کو۔ اہل بیت کے معنی گھر والے۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا۔ نبی پاک، نبی کی آل بھی پاک، نبی کا گھرانہ بھی پاک اور بلکہ میں تو دیوبندی علماء کرام کا خادم اور غلام ہوں، میرا ایمان ہے، میرا عقیدہ ہے جو کپڑا نبی کے جسم اطہر کو لگ گیا وہ کپڑا بھی پاک، زمین کے جس حصے پر امام الانبیاء نے قدم مبارک لگا دیا وہ زمین بھی پاک، جس شے کو کملی والے کا ہاتھ مبارک لگ گیا وہ شے بھی پاک۔

نبوت کا مقدس وجود:

جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روٹیاں پکا رہی ہیں تنور میں، تشریف لے آئے، کہ دو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا عائشہ ایک روٹی آج میں بھی پکاؤں گا۔ عرض کیا آقا میں خدمت کے لئے حاضر ہوں، قربان ہو جاؤں۔ میں جو ہر وقت تیار ہوں فرمایا نہیں، میں اپنی خوشی سے پکاؤں گا۔ ایک روٹی پکائی، تنور میں لگا دی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لگائی ہوئی روٹیاں ساری پک گئیں، تنور سے باہر نکال لیں۔ اس روٹی کا پانی خشک نہیں ہوتا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکائی تھی۔ بار بار جھانکتی ہیں، بار بار دیکھتی ہیں۔ کافی دیر کے بعد عرض کیا آقا میری پکائی ہوئی روٹیاں تو کب سے پک گئیں...... مگر آپ والی روٹی کا پانی تک خشک نہیں ہوا۔

فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تو نہیں جانتی، جس شے کو میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہاتھ لگ جائے، آگ اس کے قریب نہیں آ سکتی۔ آگ کیسے قریب آئے جس کو میرا ہاتھ لگ گیا ہو۔

دشمنانِ صحابہ کرام کا ظلم:

تو جو ہوئی نبی کے گھر والے ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ اب لوگ کانٹ چھانٹ کرتے ہیں۔ کہ جی بس پانچ ہیں پانچ، گھر والا کوئی نہیں۔ اور اتنا بڑا ظلم کیا کہ سیدہ خدیجہ کو بھی شامل نہیں کیا۔ فاطمۃ الزہراء کی اماں کو تو نہ چھوڑو، امام الانبیاء کی گھر والی کو تو نہ چھوڑو، حسنین کریمین کی نانی کو تو نہ چھوڑو، علی المرتضیٰ کی ساس کو تو نہ چھوڑو۔

بہر حال مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ ہمارے جو عوام ہیں وہ واسطے دنیا میں پھنس گئے کہ اب ان کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ فاطمۃ الزہراء کی اماں کون تھی۔ سیدہ زینب کی اماں کون تھی...... ؟ یہ حضرات کس کس طریقے سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بس پہلے تو ہم روٹی مانگتے ہیں پہلے تو ہم سب لوگ روٹی مانگتے ہیں۔ یا اللہ کسی کا محتاج نہ بنا۔ جب روٹی مل جاتی ہے تو پھر اگر کوئی مانگتے ہیں۔ اب اللہ کا وعدہ روٹی کا ہے کوٹھی کا نہیں ہے۔ جتنا یہ سارا سلسلہ ہے یہ دونوں کے لئے نہیں ہے کوٹھیوں کیلئے ہے۔

سیدہ زینب پر ظلم اور عدالت:

سیدہ زینب کو آ کر دشمنوں نے گھیرے میں لے لیا۔ حضرت کے دیور نے بڑا سمجھایا، بڑا شرمندہ کیا شرم سار ہو جاؤ۔ اے ذلیلو! اے عرب کے خاندان کے چوہدریو! حیا کرو کالی کملی والے کی آبرو ہے۔ نہ باز آئے، سیدہ زینب کو نیزہ مارا، اونٹ سے نیچے گرا دیا۔ یہ واقعہ جو میں ذکر کر رہا ہوں یہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا نہیں، تم کہو گے کہ بڑھا لیا، اگر بنانے والے بناتے تو حضور بتائی ہوئی باتوں کو منا کر جاتے۔

سیدہ زینب کو حمل تھا اور اوپر سے گریں نیزہ مارا حمل ساقط ہو گیا۔ خدا کی قسم مسلمانو...... ! جس دین کو تم نے آج مفت کا مال سمجھا ہوا ہے۔ جس دین کو تم نے بے وارث سمجھا ہوا ہے۔ جس دین کو تم نے یوں ہی سمجھا ہوا ہے۔ اس دین کی وجہ سے نبی آخر الزماں کی بیٹی کو دین سے دشمنی کی وجہ سے گھسیٹ کر مکے والے واپس لے آئے نہیں جانے دیں گے نہیں جا سکو گی۔ تم ہرگز اپنے ابا کے پاس نہیں جا سکتی۔

کافی دن سیدہ زینب نے بڑی تکلیف اٹھائی، بڑی پریشانی اٹھائی، اور پھر کافی عرصے کے بعد، ذرا اندازہ لگاؤ خانہ خدا میں بیٹھے ہو، مسجد میں بیٹھے ہو، کہ مدنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو کتنی تکلیف وہ کرنی پڑی ہو گی ارے امام الانبیاء شہنشاہ کائنات کی بیٹی ہے۔ پھر ایک موقع ملاقات کو چھپ چھپ کر نکل رہی ہے۔ کافی سارا عرصہ گزر گیا، خون بند نہ ہوا سوکھ کر کانٹا بن گئی۔

بدر کے قیدی اور حضرت زینبؓ کا ہار:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ یہ سارے بعد میں مسلمان بنے۔ یہ سارے کے سارے ان قیدیوں میں شامل تھے جو بدر کے قیدی مدینے پاک میں آئے تھے۔ چنانچہ جب یہ فیصلہ ہوا کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر دیت لے کر جرمانہ لے کر چھوڑ دیا جائے تو حضرت زینب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں اگر تم سمجھ رہے ہو تو بات پلے پڑے گی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ہار بھیجا ہے جو سیدہ خدیجہ کا ہار تھا اور حضرت زینب کو ملا تھا۔ اس وقت اپنے خاوند کا جرمانہ ادا کرنے کے لئے، پیسے ادا کرنے کے لئے، دیت ادا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت زینب نے اپنا اماں والا ہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں وہ ہار آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا۔ ہاتھ میں لے کر رونے لگے فرمایا لوگو......! یہ میری خدیجہ کا ہار ہے جو انہوں نے زینب کو دیا تھا۔ اگر تم سب...... واہ نبی آخرالزماں قربان جاؤں تیری نبوت پہ، تیری رسالت پہ، تیری امامت پہ، تیرے فیصلے پہ، تیری عظمت پہ۔ امام الانبیاء ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا سارے آ جاؤ۔ سارے اکٹھے ہو جاؤ سب کو فرمایا یہ زینب کا ہار ہے اور یہ وہ ہار ہے جس کو خدیجہ نے دیا تھا اپنی خاوند کی رہائی کے لئے زینب نے بھیجا ہے اگر تم اجازت دو میں یہ زینب کا ہار واپس کر دوں۔

یہ تھا نبی کا عشق اور آج جو تم نے عشق بنا رکھا ہے سارا سال حرام کھاؤ ایک دیگ چاولوں کی پکا کر نیاز بازار میں بچوں میں تقسیم کر دو۔ انشاءاللہ ایک ایک چاول جو ہے وہ ایک ایک لاکھ گناہ ساتھ لے کر بھاگ جائے گا۔ تم کو کس نے بتلائی ہے۔ نبی کی بیٹیوں کے لہو بہ گئے تم جنت میں پھونک مار کر جانا چاہتے ہو نبی کی بیٹیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کے میں لایا گیا اور تم یوں ہی ائر کنڈیشنڈ میں بیٹھے بیٹھے جنت میں جانا چاہتے ہو۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے برجستہ عرض کر دیا کالی کملی والے آپ بالکل خود مختار ہیں یہ سیدہ زینب کا ہار بالکل واپس کر دو اگر آپ حکم دیں ہم آپ کی بیٹی کی اور خدمت کے لئے بھی تیار ہیں۔

اس کا نام ہے عدل اس کا نام ہے فیصلہ کسی کا کوئی لحاظ نہیں اپنی بیٹی کا ہار واپس کرنے کا دل چاہا تو تمام مسلمانوں سے اجازت لی۔

سیدہ زینبؓ کا انتقال:

سیدہ زینب صحت یاب نہ ہو سکیں۔ ایک عرصے تک بیمار رہیں۔ ابوالعاص کے چلے گئے وہاں جا کر انہوں نے بھی کلمہ پڑھ کر اعلان کر دیا کہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔

چنانچہ اتنی غربت تھی سیدہ زینب کے زمانے میں بڑی بیمار رہی بڑی علیل رہی۔ امام الانبیاء کی لخت جگر ہو کر اچانک خبر دی گئی کہ کالی کملی والے تیری بیٹی سیدہ زینب انتقال کر گئی ہیں وفات پا گئیں سیدہ زینب۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غسل دو اور یوں فرمایا بڑے دکھ اٹھائے ہیں میری بچی نے دین کے لئے اچھی طرح سے غسل دینا اچھی طرح سے وضو کرانا اچھی طرح عظمت کے ساتھ غسل دینا نبی نے بچی کے غسل کے بارے میں فرمایا اچھی طرح سے غسل دینا۔

ہماری غلط روایات:

تمہارے یہاں یہ رواج ہے کہ غسل دینے کے لئے ایسی عورت کو تلاش کر کے لاتے ہو جو انشاءاللہ کبھی نماز ہی نہیں پڑھتی باپ کا مکان تو بڑا آسان ہے لینا باپ کی دکان پر قبضہ کرنا بڑا آسان ہے باپ کے کارخانے پر قبضہ کرنا بڑا آسان ہے باپ کو غسل دیتے ہوئے بڑی تکلیف ہوتی ہے...... ہمیں غسل دینا تو آتا ہی نہیں۔

میں تو کہتا ہوں کہ بیٹی ماں کو غسل دیا کرے بہو اپنی ساس کو غسل دیا کرے بہن بہن کو غسل دیا کرے۔ بیٹا اپنے باپ کو پیار سے محبت سے غسل دیا کرے۔ بھائی کو بھائی غسل دیا کرے وہ عظمت کے ساتھ غسل دے گا۔

تم جو فقیر بندے بلا کر لاتے ہو وہ تو مہینے مہینے دو مہینے مہینے کا نہیں نہایا ہوتا۔ میں تو کہتا کہ اگر تو باپ کو غسل دے گا منہ دھلائے گا جب ہی دعا کرے گا یا اللہ قیامت کے دن میرے باپ کا منہ چمکتا ہوا اٹھے ہاتھ دھلائے گا وضو کرائے گا الٰہی میرے ابا کے اعضاء وضو قیامت کے دن چمکتے ہوئے اٹھیں۔ دعا پڑھو گے محبت سے عظمت سے بڑے وقار سے غسل دو گے...... لیکن تم نے ایسا کرنا ہی نہیں۔ ہر علاقے میں رکھے ہوئے ہیں غسل دینے والے ایک مرد ہوتا ہے ایک عورت ہوتی ہے۔ اسے بلانے جاتے ہیں جب تک وہ آئے نا...... پڑے سڑے۔

سیدہ زینبؓ کو غسل دیا گیا:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی رحمت دو عالم فخر دو عالم سرکار دو عالم روح دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی طرح سے غسل دینا اچھی طرح سے وضو کرانا جب غسل سے فارغ ہو جاؤ مجھے خبر دینا کفن میں لے کر آؤں گا۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دے دیا گیا وضو اچھی طرح سے کرایا گیا اور اطلاع کی گئی کہ اب آپ کی بچی کو غسل دیا جا چکا ہے۔

حضور (ﷺ) کی غربت:

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرانی سی اپنی اوپر لینے والی چادر لے کر تشریف لائے اور فرمایا اے میری بچی یہ چادر میں تجھے کفن دیتا ہوں اور یاد رکھنا اس وقت آج تیرے ابا کے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تو اگر نبی کا کلمہ پڑھتا ہوا مر جائے تو کامیاب ہو جائے۔ جو بیٹی اپنے ابا کی چادر کا کفن لے کر گئی ہے خدا کی قسم وہ کتنے اونچے درجے والی بن گئی۔ ادھر نبی کے نطفے سے پیدا ہوئی ادھر نبی کے گھر میں پلی نبی کی گود میں پلی نگاہ نبوت نے اپنے ہاتھوں میں لیا نبی کی شفقتوں اور محبتوں نے اس کو پالا اور آج جب دنیا سے گئی اپنے ابا امام الانبیاء کی چادر کا کفن اوڑھ کر گئی۔

سیدہ زینبؓ کا جنازہ:

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ حضرت زینب کا جنازہ لے کر چلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنازے کے ساتھ ہیں۔ وہ کتنا مبارک جنازہ ہوگا وہ کتنا خوش نصیب جنازہ ہوگا جس جنازے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جا رہے ہیں اور جب جنت البقیع میں پہنچے تو آپ نے آواز دی زینب کو قبر میں میں اپنے ہاتھوں سے اتاروں گا قبلہ رخ میں خود موڑوں گا جس قبر میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں وہ قبر ہے؟ ارے وہ تو جنت ہے۔ وہ تو جنت الفردوس ہے فاقوں کے دکھ اٹھائے اپنوں کے دکھ اٹھائے۔

سیدہ زینبؓ کی خصوصیات:

سیدہ وہ زینب ہے جس نے شعب ابی طالب میں اپنے ابا کے ساتھ مکے کے بائیکاٹ کے زمانے میں ڈھائی برس تک درختوں کے پتے چبائے...... لیکن ابا کا دامن نہ چھوڑا۔

نماز میں یکتا تھی' روزے میں یکتا تھی' عبادت میں نرالی تھی' سخاوت میں نرالی تھی اور کمال ہے جس نے ساری زندگی ابا ابا کہہ کر بسر کی ہو اور نبی کے سامنے دنیا سے رخصت ہوگئی ہو اور اپنے ابا کے کندھوں پر سوار ہو کر گئی ہو —— وہ بیٹی کتنی مبارک ہے جس کو ابا نے آخری پیغمبرؐ نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا ہے۔

کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ یہ جانتے بھی نہیں کہ نبی کی اور بیٹی بھی ہے کہ نہیں...... کیا کہنا اس بیٹی کا جو پیدا نبی کے سامنے ہوئی' زندگی نبی کے سامنے بسر کی اور جس کو غسل نبی کی گھر والیوں نے دیا اور جس کو کفن نبی کی چادر کا ملا اور جس کے جنازے کو کندھا دینے والے امام الانبیاء ہیں اور جس کو قبر میں اتارنے والے شہنشاہ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

فرمایا...... انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

اللہ پاک نے فیصلہ کر دیا کہ نبی کی آل پاک' نبی کا گھر پاک' نبی کی گھر والیاں پاک' نبی کا سارا خاندان پاک' نگاہ نبوت جس پر پڑ گئی وہ بھی پاک' جس زمین پر قدم مبارک لگ گئے وہ بھی پاک' میں کہتا ہوں زمین کے جس حصے پر کالی کملی والے نے تھوک دیا وہ بھی پاک۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کا اعزاز:

آپ نے اپنے مرض میں' اپنی تکلیف میں جلاں لگوائیں پہلے زمانے کا علاج تھا قریب کے زمانے کا۔ ہمارے سامنے ہوتا رہا ہے۔ جلاں کا علاج جو کہ لوگ لگوایا کرتے تھے' سنڈیاں لگوایا کرتے تھے' گندا خون لگوایا کرتے تھے اپریشن اپریشن یہ تو اب ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاں لگوائیں' برتن میں خون جمع فرمایا اور حضرت عائشہ کے سگے بھانجے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اسماء بنت ابوبکر کا لخت جگر۔ وہ عبداللہ جس نے بیت اللہ میں شہادت پائی۔ جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینے سے ساتھ چلا' حجاج بن یوسف کے ہاتھوں سے شہید ہوا۔ جس کا تم نام بھی نہیں جانتے۔ حسین نبی کا نواسہ ہے عبداللہ بن زبیر ابوبکر کا نواسہ ہے۔ عبداللہ وہ ہے جس کو گڑتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے پلائی' نام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا عبداللہ بن زبیر وہ عظمتوں والا جوان ہے کہ جس کی انتہا نہیں' سیدہ اسماء بنت ابوبکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں اور سیدہ ابوبکر کی بیٹی ہے جس نے ہجرت والی رات ناشتہ تیار کر کے ساتھ دیا اور پھر مار کھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا پہنچاتی رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلاں جو لگوائیں خون برتن میں لیا اور عبداللہ بن زبیر سے فرمایا یہ کسی ایسی جگہ پر پھینک کر ڈال کر آنا جہاں کسی کا پیر نہ آئے' بے ادبی نہ ہو۔ عبداللہ بن زبیر گئے اور جلدی سے واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عبداللہ کہاں ڈال کر آیا میرا لہو' میرا خون کدھر ڈال کر آیا' تو تو جلدی سے واپس آ گیا۔ عرض کرنے لگا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ ڈال کر آیا ہوں' جہاں کسی کا پیر تو کیا' نظر اور نگاہ بھی نہ پڑے گی۔ ایسی جگہ پھینک کر آیا ہوں ڈال کر آیا ہوں' کسی کی نگاہ بھی نہیں پڑے گی۔ نظر بھی نہیں پڑے گی۔ آپ نے فرمایا بتا تو کدھر ڈالا ہے؟ ڈر کے مارے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہو جائیں۔ فرمایا میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کھڑے ہو کر سوچا' خون نبی کا ہو اور زمین پر ڈالوں' نبی کا خون زمین پر پھینکوں' میری غیرت نے اجازت نہ دی' میرے دل نے اجازت نہ دی میں نے اس دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر پی لیا ہے۔ فرمایا جا عبداللہ سات پشتوں پر جہنم حرام ہوگئی۔ جس جسم میں نبی کا خون چلا جائے وہ جسم جہنم میں نہیں جا سکتا۔

حضرت عبداللہ کی شہادت:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں شہادت پائی' شہادت کے جام نوش فرمائے' بہادر بیٹا عبداللہ بن زبیر نے بیت اللہ میں شہادت پائی' بالکل جھکا نہیں' بزدلی کا ثبوت نہیں دیا' بلکہ عبداللہ بن زبیر کا سر کاٹ کر میں وہی حالات ہوئے ہیں جو حضرت حسینؓ کے ساتھ ہوئے ہیں' سر کاٹ کر حجاج بن یوسف نے یوں لٹکا دیا درخت پر سامنے اور لوگوں سے کہا آ کر دیکھو......!

حضرت اسماء بنت ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی عبداللہ کی اماں سو سال سے زیادہ عمر کی ہے پتہ چلا تیرے بیٹے کو شہید کر دیا گیا' سر کاٹ کر درخت پر لٹکا دیا گیا' آئی اور بیٹے کے سر کو یوں ایک نگاہ دیکھا ہے فرماتی ہیں۔

مرحبا یا ابن صالح

اے میرے بیٹے مبارک ہو' تیری اماں کا دل ٹھنڈا ہو گیا' ٹھنڈا ہو گیا' تو دنیا میں بھی بڑا اونچا تھا آج شہادت کے بعد بھی تیری اماں تجھے سب سے اونچا دیکھ رہی ہے۔

بات یہاں سے چلی نبی پاک' نبی کا خاندان پاک' جس لکڑی کو نبی نے ہاتھ لگا دیا' وہ لکڑی پاک' ہاتھ سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند کا جگر پھٹ گیا۔ درختوں کو اشارہ کئے وہ چلنے پر مجبور ہو گئے۔ پرندوں کو اشارہ کر دیا وہ چی چی کرتے ہوئے سامنے آ گئے۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں نگاہ پڑی رہی سب کچھ بن گیا اس لئے فرمایا کمال ہے۔

تیری صورت تیری سیرت تیرا نقشہ تیرا جلوہ
تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی
سارے جہاں کو پاک کر دیا بلکہ..........

ویطھرکم تطھیرا...... قرآن کہتا ہے کہ نبی کی آل کو میں نے اتنا مقام دیا' خود بھی پاک ہیں دوسروں کو بھی پاک کر دیتے ہیں' جو ان کے مشن پر چلا' جو ان کی عظمتوں پر آیا' جس نے راہ ہدایت پایا اور ان کی عزت کی وہ بھی انشاء اللہ پاک ہو کر مرے گا اور جنت الفردوس میں گناہوں سے پاک ہو کر جائے گا۔

☆☆☆

مصائب کا پہنچنا

☆...... جس گناہ سے عمر کم ہوتی ہے وہ رشتہ داروں سے بدسلوکی ہے۔

☆...... جس گناہ سے انسان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے۔

☆...... جس گناہ سے رزق بند ہو جاتا ہے وہ زنا ہے۔ (مراسلہ: محمد اقبال میانوالی)

صحابہؓ کی فقہی تربیت اور اس کے نتائج و ثمرات

ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی

کتاب و حکمت کی تعلیم دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں سے تھا۔ چنانچہ آیۂ شریفہ میں کہا گیا ہے:

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

"وہ انہیں کتاب الٰہی اور دانائی کی تعلیم دیں"

یہاں حکمت سے کیا مراد ہے......؟ نامور مفسر و مجتہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر حلال و حرام کا فہم' دینی تفقہ اور فقہی بصیرت سے کی ہے۔ یہی معنی حضرت مجاہد سے منقول ہیں' امام مالک سے بھی یہی منقول ہے۔ امام بخاری نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔

(3)......ائمہ اصول میں امام سرخسی نے اصول السرخسی اور امام البزدوی نے اصول البزدوی کے آغاز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول "تفقہ فی الدین" (فقہی بصیرت) کو نقل کیا ہے۔

بعض مفسرین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حکمت سے "سنت" مراد لیتے ہیں۔

(4)......بعض نے دانائی مراد لی ہے۔

(5)......یہی آئمہ لغت کے اقوال ہیں۔

(6)......لیکن فقہی بصیرت' سنت اور دانائی وغیرہ سب قریب قریب ہم معنی ہیں۔ سب کا حاصل تفقہ رائے واجتہاد اور فقہی بصیرت کا استعمال ہے۔

(7)......خاتم رسل محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رائے واجتہاد اور فقہی بصیرت پر عمل کیا اور خیر امت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس طرح اس سے آشنا اور خوگر کیا۔ کس طرح اس کے استعمال کا طریقہ سکھایا اور تربیت کی۔ کیسے ان میں مجتہدین تیار کئے، کس طرح اس طریقہ اجتہاد ورائے کی ہمت افزائی فرمائی اور کس انداز سے فقہی بصیرت اور رائے پر پسندیدگی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ کس طریقے سے شریعت میں رائے واجتہاد کی گنجائش وسہولت فراہم کی۔ اور کن کن نصوص وآیات نے اس سلسلے میں صحابہ کی رہنمائی کی، مجتہدین صحابہ کس طرح اس سنت متوارثہ پر عمل پیرا و کاربند ہیں، اسلامی قلم رو کس طرح اس کے ثمرات ونتائج سے بہرہ ور ہوتا رہا اور خیر امت نت نئے مسائل کا حل نکال کر راہ نجات حاصل کرتی رہی، اس کا جائزہ اس مختصر مقالے میں پیش کیا گیا ہے، جس کی پہلی قسط عہد رسالت و دور صحابہ پر مشتمل ہے، اور اس کی دوسری قسط عہد تابعین و زمانہ تبع تابعین پر محیط ہے، یوں یہ مقالہ خیر القرون میں رائے و اجتہاد اور فقہی بصیرت کے استعمال کی ایک تاریخی و دستاویز کا جامع بن سکا ہے۔

آغاز بحث سے پہلے تفقہ فی الدین (فقہی بصیرت) کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ فقہی بصیرت اللہ تعالیٰ کی بہت پسندیدہ نعمت ہے جو وہ اپنے محبوب اور پسندیدہ بندوں کو عطا کرتا ہے، امام ابن تیمیہ المتوفی 728ھ فرماتے ہیں۔

والحدیث فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من یرد اللہ بہ خیر یفقہ فی الدین

ولازم ذلک ان من لم یفقہ اللہ فی الدین لم یرد بہ خیرا فیکون الفقہ فی الدین فرضا والتفقہ فی الدین معرفۃ الاحکام الشریعۃ بادلتھا السمعیۃ فن لم یعرف ذلک لم یکن متفقھا فی الدین

صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں تفقہ (فقہی بصیرت) عطا کرتا ہے۔

اس کا لازمی اثر یہ ہے کہ جسے تفقہ کی نعمت سے سرفراز نہیں فرماتا۔ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہیں ہوتا' دین میں تفقہ بقدر استطاعت وطاقت ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تفقہ فی الدین مجتہد کا شرعی احکام کو دلائل نقلیہ سے جاننا ہے اس کو حقیقت کو جو نہیں سمجھتا وہ دین میں تفقہ۔ وہ فقہی بصیرت یعنی خیر الٰہی سے بہرہ ور نہیں۔

تفقہ کی حقیقت:

تفقہ فی الدین اور فقہی بصیرت ایسی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پسندیدہ بندوں کو عطا کی جاتی ہے۔ حسب تصریح امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا مصداق مجتہدین وفقہاء ہیں۔ اس لئے کہ وہ ہی دلائل نقلیہ سے مسائل کا استنباط کرتے اور تفریع مسائل کرتے ہیں۔ اس نعمت سے جو محروم ہیں وہ ان محبوبان الٰہی کو "اصحاب الرائے" کے نام سے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں:

انہ من اصحاب الرای

"وہ اصحاب الرائے سے ہے ان الفاظ سے ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں"

امام ابن تیمیہ نے سطور بالا میں جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ اسلام میں متواتر ومتوارث سنت رہی ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

نصوص کے زیر اثر رائے کی قدر وقیمت:

امام ابن تیمیہ کے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ رائے جو ہوئی وہوس پر قائم ہو "شر" ہے۔ شریعت میں لائق ملامت اور حرام ہے، اور وہ رائے جو دلائل نقلیہ اور شرعی نصوص کی روشنی میں مجتہد کی اجتہادی سرگرمی اور فقہی بصیرت سے معرض وجود میں آتی ہے، شریعت میں "خیر" سمجھی جاتی اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

چنانچہ مجتہد اگر اپنی سعی میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے دوہرا اجر عطا کیا جاتا ہے اور اگر اس سے اس میں خطا ہوتی ہے تو بھی اس کی حق جوئی کی سرگرمی کے

صلے میں اسے اکہرا اجر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ صحیح البخاری میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصابہ فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطا فلہ اجر

حاکم و قاضی جب فیصلہ کرنے کا ارادہ کرے اجتہاد کرے اور اپنے اجتہاد میں حق تک رسائی حاصل کرے۔ تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اس نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور اس میں اس سے چوک ہوئی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

وہ فقہی بصیرت جس کا ذکر امام تیمیہ نے اوپر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پسندیدہ نعمت قرار دیا ہے۔

اجتہاد و قیاس اور فقہی بصیرت ایک حقیقت کی مختلف تعبیرات:

یہ فقہی بصیرت اور اجتہاد و قیاس ایک حقیقت کی مختلف تعبیرات ہیں، چنانچہ اصطلاح میں اس عمل کو قیاس سے تعبیر کیا جاتا ہے فقہا اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

القیاس فی الشرع تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم والعلۃ۔

حکم اور علت میں اصل کے ساتھ فرع کا اندازہ لگانا (اور ان میں باہمی مطابقت و موافقت) کو جانچنا پرکھنا شرع میں قیاس ہے۔

حضرت ابو بکر اور دیگر صحابہ کا رائے کے متعلق ارشاد اور اس کا مطلب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رائے کی مذمت میں حسب ذیل الفاظ منقول ہیں:

ای ارض تقبلنی ای سماء تظلنی

کہ میں اپنی رائے سے دین میں کوئی بات کہوں تو کونسی زمین مجھے جگہ دے گی اور کونسا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا؟

اس کا مطلب اور اس کی مراد یہ ہے کہ میں نص (صریح حکم اور دلیل) کی موجودگی میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں۔

یہی وجہ ہے کہ صریح دلائل کی موجودگی میں اجتہاد کرنا جائز ہی نہیں، نہ کبھی کسی نے ایسا کیا ہے اور نہ کسی کو ایسا کرنے کی شریعت میں اجازت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

ایاکم واصحاب الرای

اصحاب الرائے سے بچو کہ انہیں حدیثیں یاد کرنے نے تھکا دیا حدیثیں پوری یاد نہ کر سکے اور رائے زنی شروع کردی۔

اول تو یہ باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر منقول نہیں (اس لئے لائق توجہ نہیں) دوسری بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اصحاب الرائے ہیں جو ہوائے نفسانی کا شکار ہوں اور بغیر نظیر و قیاس کے رائے دیتے اور کتاب و سنت اور اجماع کے اصول کو نظر انداز کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لو کان الدین بالقیاس لکان باطن الخف اولیٰ بالمسح من ظاھرہ

اگر دین کا مدار قیاس پر ہوتا تو چمڑے کے موزے کے نچلے حصے پر مسح کرنا زیادہ بہتر ہوتا اوپر کے حصہ پر کرنے سے۔

انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح ظاھر الخف دون باطنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑی موزے کے ظاہری حصہ پر مسح کرتے دیکھا اس لئے (فرماتے ہیں) میں ظاہر حصہ پر مسح کرتا ہوں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ شریعت کے اصول قیاس کے طریقہ سے ثابت نہیں۔ ان کا طریقہ توقیفی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا ہے) یا اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے اصول ہیں۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا وہ فرماتے تھے:

قرائکم و صلحاءکم یذھبون، یتخذ الناس رؤسا جھالا یقیسون الامور برائھم

تمہارے قاری اور نیک لوگ اٹھتے جارہے ہیں لوگوں نے جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لیا جو رائے زنی کرنے لگے ہیں۔ (یہاں بھی مذمت ایسی رائے کی ہے جو اصول منصوصہ کے خلاف ہوتی ہے)

اسی بناء پر اصول منصوصہ سے ناواقف ہونے کے باوجود قیاس و رائے سے فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

حضرت مسروق کا یہ قول:

لا اقیس شیئا بشئی فانی اخاف ان تزل قدمی

میں ایک شئی کو دوسری شئی پر قیاس کرنے سے ڈرتا ہوں کہ میرا قدم (راہ حق سے) نہ ڈگمگا جائے۔ یہ کہنا احتیاط کی وجہ سے تھا۔

خصاص کہتے ہیں یہ بات مسروق کی رائے و قیاس میں احتیاط اور غلطی سے بچنے پر دلالت کرتی ہے۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے تھے:

اول من قاس ابلیس

سب سے پہلے جس نے نص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ شیطان تھا۔

ان کا مقصد یہ جتانا تھا کہ نص کی موجودگی میں قیاس کرنا درست نہیں حدیث و آثار میں جہاں رائے کی مذمت آئی ہے وہاں نصوص کے مقابلے میں رائے زنی کرنا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ اس سے مراد وہ آراء ہیں جن کی بنا فاسد قیاسات پر ہو نہ کہ شرعی قیاس پر۔

اجتہاد کا محل و مقام:

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ نص (حکم صریح) جہاں نہیں ہوتی، یا نص میں کئی احتمال کی گنجائش ہوتی ہے ایسی جگہ مجتہد اجتہاد کرتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر کسی مجتہد کو اجتہاد کی حاجت نہیں، نہ کبھی کوئی مجتہد اجتہاد کی جرات کر سکتا ہے اور انہی جگہوں میں (جہاں نص نہ پائی جاتی ہو یا پھر نص میں کئی احتمال موجود ہوتے ہوں) مجتہد کی تقلید کی جاتی ہے۔

لہٰذا رائے کی مذمت میں جو اقوال بعض صحابہ کرام سے (سنن الدارمی وغیرہ میں) منقول ہیں ان کا مطلب یہی ہے کہ "کتاب اللہ" اور "سنت رسول اللہ" اور اجماع کے اصول سمجھنے اور یاد کرنے سے پہلے رائے کا استعمال کرنا اور اجتہاد کرنا صحیح نہیں۔

انہی وجوہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی واقعہ اور نیا مسئلہ و حادثہ رونما ہوتا تو وہ حاضرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا شرعی حکم معلوم کرتے اور اس کے متعلق یہ پوچھتے تھے کہ کسی کے پاس اس مسئلے میں کوئی حدیث موجود ہے......؟ اس پر بس نہیں کرتے بلکہ اسلامی قلمرو میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لکھ کر معلوم کرتے تھے۔ پھر اپنی رائے (اور

بصیرت سے فتویٰ دیتے تھے۔

اجتہاد کے ناگزیر ہونے کے دو سبب:

اجتہاد کے قائل ہونے اور اس پر عمل کرنے کے دو سبب ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی تعلیم و تربیت کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے سمجھا اس پر عمل کیا۔

چنانچہ وہ اس کے قائل اور اس پر کاربند رہے وہ کسی نہ کسی درجہ میں اس صفت سے آراستہ تھے۔ ان میں سے کسی کو اس کے جواز میں کسی قسم کا تامل و تردد نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کوئی اجتہاد کا منکر نہیں پایا گیا۔

ہر ایک جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین و خلیفہ اجتہادی رائے سے مقرر کیا اور انہوں نے اجتہاد کو دین شریعت کا رکن سمجھا ایسا اگر نہ ہوتا تو اجتہاد اور اجتہادی رائے پر ان کا اتفاق نہ ہوتا۔

دوسرا سبب یہ ہے قیاس اور اجتہاد کرنے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع و اتفاق حجت ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں اور نہ اس سے باہر رہ کر کچھ کہنے کی اجازت ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے اجتہاد کے متعلق یہ فرمانا۔

اقول فیھا برای فان یکن صوابا فمن اللہ وان یکن خطا فمنی

(کلالہ وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ کے متعلق) جو کہتا ہوں یہ میری رائے ہے۔ اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری غلطی اور بھول چوک ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حق تک رسائی اور اس کی جستجو میں صواب و خطا دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ یہ میرا قیاس و رائے ہے۔ یہ درست ہے تو حق کا فیضان ہے کہ اس نے مجھے حق کی راہ سجھائی ورنہ میری خطا اور بھول چوک ہے۔ تاہم یہ اس کا کرم ہے حق کی جستجو اور کوشش کے سلسلے میں مجھے ایک اجر عطا کرتا ہے۔ یہ بات شریعت میں اجتہاد کے جواز اور پسندیدہ ہونے کی صریح دلیل ہے۔

مجتہدین کو قرآن کی ہدایت:

قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں مجتہدین کو اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وشاورھم فی الامر

"اور ان معاملات میں مشورہ لیتے رہیے"

یہ آیت تمام امور میں عام ہے اس لئے "الامر" میں الف لام جنس کا داخل ہے۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے اور ہم بھی سبھی اس کے مخاطب ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہمیں چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

"فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول"

اور اگر تم میں اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹا یا کرو۔

اس آیت میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ ردوا الی اللہ سے مراد کتاب اللہ اور ردوا الی الرسول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے رجوع کرنا مراد ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اس بات کا صریح حکم ڈھونڈنا ہے اور قرآن کا یہ حکم تمام باتوں کے لئے آیا ہے۔

اور تیسری جگہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولو ردوہ الی الرسول اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم

اور اگر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یا اپنے میں سے صاحبان امر کے حوالہ کر دیتے ہیں تو ان میں سے جو لوگ استنباط کی صلاحیت رکھتے ہیں اس کی حقیقت بھی جان لیتے۔ یہ بھی مذکورہ اوصاف کے ساتھ تمام باتوں میں عام ہے۔

اور چوتھی جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار

"سو اے دانش والو (دانش مندو) عبرت حاصل کرو"

یہ آیت بھی ہر بات کے لئے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تمام حوادث واقعات میں جن کے متعلق قرآن وسنت کی صریح اور صاف ہدایت موجود نہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کرنے کو درست قرار دیا۔

فقہی بصیرت نہ رکھنے والوں کا حکم:

ابوبکر جصاص علیہ الرحمہ باب القول فی تقلید المجتہد میں رقم طراز ہیں۔

وہ عامی شخص جو اجتہاد کا اہل ہی نہیں ہے۔ جب کسی نئی صورت حال سے دو چار ہو جائے تو اسے اہل علم سے پوچھنا چاہیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔

چنانچہ فرمایا گیا:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

"سو اگر تم لوگوں کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو"

اور دوسری جگہ حکم دیا گیا:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون

یہ کیوں نہ ہو کہ ہر ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے تاکہ یہ (باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور سو کیوں نہ نکلا تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس آجائے ڈراتے رہیں عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں۔

یہاں امت مسلمہ کو پیش آنے والے واقعات و حوادث میں اہل علم کے قول کو قبول کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ امت مسلمہ کو صریح حکم دیا گیا ہے کہ فقہا کی ایک جماعت تیار کریں جو دینی امور میں ان کی رہنمائی کے فرائض انجام دے۔

چنانچہ امت مسلمہ کے فقہاء عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (پہلی صدی) اور دور تابعین اور اس کے بعد سے اب تک (چودھویں صدی ہجری تک) فقہی بصیرت سے امت مسلمہ کی برابر رہنمائی کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی تربیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس و رائے (فقہی بصیرت) کو خود بھی بعض مواقع میں استعمال فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نہایت سیدھے سادے انداز سے اس طریقے کو سمجھایا اور اس کی

تربیت کی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے گوناگوں شعبوں میں ان کی تربیت جس انداز سے کی اس کے کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

حج کی ادائیگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی وہ حج نہ کرسکی اور مرگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كان عليها دين اكنت قاضيه قال نعم

قال: فاقض دين الله فهو احق بالقضاء ۔

تیری بہن پر اگر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتا؟ بولا جی ہاں فرمایا اس کو ادا کر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کو ادا کیا جائے۔

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قرض کو انسان کے قرض پر قیاس کیا یہ علت دونوں میں موجود ہے۔ ان میں سے ہر قرض کی ادائیگی ضروری ہے۔

اسی طرح خثعم کی ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے باپ پر حج فرض ہے۔ لیکن وہ بہت بوڑھا ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اس پر قرض ہوتا تو تم وہ ادا کرتی؟ تو کیا وہ کافی ہو جاتا اس نے کہا جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ایک خاتون کو بھی فقہی بصیرت سے آشنا کردیا۔

میاں بیوی کی معاشرتی زندگی کا پہلو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات عرض کی کہ ایک دن میں خوشی میں تھا میں نے روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لیا تو کیا روزہ جاتا رہا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

غور کرو اگر تم نے روزے کی حالت میں منہ میں پانی لیا اسے منہ میں پھرایا کلی کی تو کیا ہوگا......؟ بولے کوئی حرج کی بات نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا ہوا......؟ روزہ پانی کے حلق سے اترنے سے ٹوٹے گا......؟ اگر پانی حلق سے نہیں اترا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا......؟

یہاں صرف بوسہ لینا یہ صورت ایسی ہے جیسے منہ میں پانی ڈالا اور وہ حلق سے نیچے نہ اترا۔ روزہ برقرار رہا۔ علت دونوں میں یکساں ہے۔ تو جو حکم ایک کا ہے وہی حکم دوسرے کا ہوگا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ عرض کی کہ مالدار صدقہ خیرات کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، وہ آخرت میں ہم سے بازی لے جائیں گے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی یہ کرتے ہو میں نے عرض کیا وہ صدقہ کرتے ہیں ہم صدقہ خیرات نہیں کرتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے بھی صدقہ ہے۔ تمہارا راستے سے ہڈی ہٹانا صدقہ ہے۔ تمہارا گناہ سے بچنا صدقہ ہے۔ تمہارا کمزور کی مدد کرنا صدقہ ہے اور تمہارا اپنی بیوی سے ہمبستری کرنا صدقہ ہے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمیں اپنی شہوت پوری کرنے پر اجر دیا جاتا ہے......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرا غور کرو اور دیکھو اگر تم یہی کام اپنی بیوی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ کرتے تو کیا تم گناہ گار نہ ہوتے......؟ میں نے کہا جی ہاں! تو کیا تم اسے آپ کو شر و بدکاری سے نہیں روکتے ہو اور کیا تم یہ نیک کام انجام نہیں دیتے ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس کیا قیاس کے طریقے سے ان کی رہنمائی فرمائی۔

معاملاتی پہلو:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سفر میں کسی قبیلے میں اتری۔ اس زمانے میں ان میں مہمانداری عام تھی۔ لیکن انہوں نے پوچھا اور ہوٹل وغیرہ کا اس زمانے میں رواج نہ تھا۔ اتفاقاً قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ انہوں نے اس کے علاج کی کوشش کی وہ سود مند نہ ہوئی۔ قبیلے کے کچھ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے بھی پوچھو۔

چنانچہ انہوں نے کہا کیا تم میں کوئی سانپ کے کاٹنے کا علاج جانتا ہے؟ ان سے ایک بولا جی ہاں۔ میں جانتا ہوں میرے پاس ان کا منتر ہے لیکن تم نے ہماری مہمانداری نہیں کی۔ اس لئے ہم بھی بلا اجرت اس پر جھاڑ پھونک نہیں کریں گے۔

چنانچہ بکریوں کے ایک حصے پر معاملہ طے ہو گیا وہ گیا اور اس نے الحمد شریف پڑھ کر دم کیا۔ سانپ کا زہر اتر گیا۔ چنانچہ معاملے کے مطابق جو طے تھا وہ انہیں دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض نے کہا کہ آپس میں تقسیم کرو۔ چنانچہ دم کرنے والا بولا یہ ابھی نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر تقسیم کریں گے۔ چنانچہ مدینہ آکر یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ الحمد اس کا منتر ہے......؟ انہوں نے عرض کی الحمد شریف ہر مرض سے شفا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا باہم تقسیم کرو اور میرا بھی ایک حصہ رکھو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

یہاں صحابی نے منتر کے عوض اجرت کو دوا کے عوض اجرت پر قیاس کیا۔ اس لئے کہ علت جامعہ دونوں میں عوض و اجرت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اجتہاد کی وجہ سے دوہرے اجر ملنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ مذکورہ بالا حدیثوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نئے مسائل کے حل میں اجتہاد نہایت کامیاب ترین طریقہ ہے۔ نیز اس سے یہ بھی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اصول فقہ کے مبادی عہد رسالت ہی میں ظاہر ہو گئے تھے۔

(جاری ہے)

﴿دعائے صحت کی اپیل﴾

جامعہ اشاعت القرآن حضرو کے شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالسلام مدظلہ علیل ہیں قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

منجانب: محمد یاسر بن حاجی محمد نور خشتی حضرو

☆☆☆☆☆

CamScanner

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی عالم کی گفتگو

ایک یہودی عالم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ میرے سوالات کے جوابات دے دیں تو میں آپ کو حق پر سمجھوں گا ورنہ باطل پر، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس علم کے ساتھ دروازے ہیں جو چاہو پوچھو۔

سوال یہودی عالم:...... آسمان سے بڑی چیز کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... بہتان!

سوال یہودی عالم:...... کونسی سی چیز مخلوق اور خالق کے درمیان واقع ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... دعا (ہمارا مانگنا اور اللہ کا قبول کرنا)

سوال یہودی عالم:...... زمین سے کشادہ چیز کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... حق۔

سوال یہودی عالم:...... گھوڑا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلت۔

سوال یہودی عالم:...... نار (آگ) سے گرم چیز کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... حریص قلب۔

سوال یہودی عالم:...... اونٹ کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... تعجب ہے اس پر جو نا امید ہو کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

سوال یہودی عالم:...... ہوا سے تیز چیز کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... مظلوم کی بددعا۔

سوال یہودی عالم:...... گائے کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے موت سے غافل شخص تو کمسامان لے کر قبر میں جاؤ گے موت کی تیاری کر۔

سوال یہودی عالم:...... دریا سے بڑا غنی اور مستغنی کون ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... قناعت کرنے والا دل۔

سوال یہودی عالم:...... گدھا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ ناجائز ٹیکس لینے والوں پر لعنت کر۔

سوال یہودی عالم:...... پتھر سے سخت چیز کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... قلب فاجر۔

سوال یہودی عالم:...... بکری کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے موت آج تک کسی نے تجھے شکست نہیں دی، کسی سے تیرا پیٹ نہیں بھرا اور تو نے کسی کو نہیں چھوڑا اے بنی آدم کس چیز نے تجھے موت سے غافل کر دیا ہے۔

سوال یہودی عالم:...... وہ کون سی چیز ہے جسے ہم دیکھتے ہیں لیکن اللہ اسے نہیں دیکھتا؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... کافر کی شکل اور اس کا عمل۔

سوال یہودی عالم:...... مرغ کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے، پوری سلطنت پر غالب ہے اور تحت الثریٰ کے ذروں پر بھی مطلع ہے۔

سوال یہودی عالم:...... کون سی چیز اللہ کے ساتھ خاص ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... روح۔

سوال یہودی عالم:...... یہودی عالم چاند کیا کہتا ہے؟

حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... موت قریب ہے مدت ختم ہوگئی اور عمل منقطع ہو گیا۔

سوال یہودی عالم:...... ہمارا فائدہ کس میں ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... عمل صالح میں۔

سوال یہودی عالم:...... قبرہ کا ذکر کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد سے بغض رکھنے والوں پر لعنت بھیج۔

سوال یہودی عالم:...... کتا کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ میں محروم ہوں جو میرے اوپر رحم کرے اس پر تو بھی رحم کر۔

سوال یہودی عالم:...... چڑیا کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے ظاہر و باطن پر مطلع ذات اور نفع و نقصان کے مالک مجھے اس پر غلبہ عطا کر جو تیرا حق ادا نہ کرے۔

سوال یہودی عالم:...... لومڑی کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے رزق دینے والے میرا رزق مجھے عطا کر۔

سوال یہودی عالم:...... بلبل کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اللہ کا شکر ہے کہ مجھے نعمت ملی اور کھانے کو پھل ملا۔

سوال یہودی عالم:...... بلی کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... تورات کی تلاوت کر۔

سوال یہودی عالم:...... مرغا کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اللہ پاک ہے، وہ ہمارا رب ہے۔ اے غافلو اس کی عبادت کرو۔

سوال یہودی عالم:...... شیر کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ مجھے اس پر غلبہ عطا فرما جس نے تجھے بھلا دیا۔

سوال یہودی عالم:...... مرغی کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے۔

سوال یہودی عالم:...... نسر (پرندہ) کی گفتگو کیا ہوتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے انسان جب تک چاہو زندہ رہو مرنا ضرور ہے، جو چاہو جمع کرو چھوڑنا یقینی ہے اور جسے چاہو محبوب بنا لو اس سے ضرور جدا ہونا ہے۔

سوال یہودی عالم:...... آگ کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے اللہ میں جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہوں۔

سوال یہودی عالم:...... کوا کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):...... اے لوگو زوال نعمت کو فراموش نہ کرو اور نزول عذاب سے غافل نہ ہو۔

سوال یہودی عالم:...... ہوا کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......میں اللہ کی تابعدار ہوں جو مجھے گالی دے اس پر لعنت کر۔

سوال یہودی عالم:.......بلبل کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......بیکار لوگوں سے دور رہنا بہتر ہے۔

سوال یہودی عالم:.......پانی کا ذکر کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......وہ ذات پاک ہے جو پاک ہے وہ کس طرح ہے اس کا علم اسی کو ہے۔

سوال یہودی عالم:.......کبوتری کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......جس نے قطع کیا اس سے صلہ رحمی کرو، جس نے ظلم کیا اسے معاف کر دو، جس نے محروم کر دیا اسے دو، جس نے بات چیت ترک کر دی اس سے گفتگو کرو جنت تمہارا ٹھکانہ ہوگا۔

سوال یہودی عالم:.......زمین کیا کہتی ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......اے انسان تم میرے اوپر چلتے ہو تمہیں میری آغوش میں آنا ہے اور تم میرے اوپر گناہ کرتے ہو، اور کتنا تمہیں کیڑے کھائیں گے۔

سوال یہودی عالم:.......مینڈک کا کہنا کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......پاک ہے وہ ذات جس کی تسبیح دریا کی گہرائی میں پہاڑ کی چوٹی پر اور بے آب و گیاہ میدان میں ہوتی ہے اور ہر مخلوق اس کی تسبیح کرتی ہے۔

سوال یہودی عالم:.......آسمان کا ذکر کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......اے اللہ میں ان لوگوں کے لئے گواہ ہوں جو میرے ماتحت ہیں۔

سوال یہودی عالم:.......ہدہد کیا کہتا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......اے اللہ میرے گناہوں کو معاف کر دے۔

سوال یہودی عالم:.......دریا کا ذکر کیا ہے؟

جواب حضرت علی (رضی اللہ عنہ):.......اے اللہ میں ان لوگوں کا گواہ جن پر میری روشنی پڑتی ہے۔ (عبرت عالم صفحہ 521)

﴿نوٹ﴾

مضامین بھیجنے والے احباب اپنے مضامین براہ راست ادارہ میں بھیجیں۔ مضمون صفحہ کے ایک طرف لکھیں اور صاف لکھیں۔

﴿ازادارہ﴾

والدین کی خدمت کا ثمر

انتخاب: ابو محمد حافظ زاہد علی گردانوی

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے پر جاؤ وہاں ایک عجیب چیز دیکھو گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہمراہی جن و انس کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ جب ساحل پر پہنچ گئے تو دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہ آیا تو آپ نے ایک جن کو حکم دیا کہ دریا میں غوطہ لگاؤ اور وہاں کی حالت مجھے آ کر بیان کرو۔

اس نے غوطہ لگایا اور آ کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی......! میں نے اتنے غوطے لگائے اور سمندر کی تہہ کو نہ پہنچ سکا اور نہ مجھے کوئی چیز نظر آئی۔ آپ نے دوسرے جنوں کو حکم دیا کہ غوطہ لگاؤ اور اندر کی حالت معلوم کر کے مجھے بتلاؤ۔ اس نے بھی غوطہ لگایا اور وہی جواب دیا جو پہلے نے دیا تھا۔ اس نے پہلے والے سے زیادہ غوطے لگائے لیکن کچھ معلوم نہ کر سکا۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے آصف بن برخیا جو آپ کا وزیر تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا ہے۔ (وقال الذی عندہ علم من الکتاب) یعنی اس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ ان کو جب حکم ملا تو فوراً سمندر کی تہہ سے ایک سفید کافوری قبہ (کرہ یا خیمہ) حاضر کیا۔ جس کے چار دروازے تھے ایک یاقوت کا، ایک ہیرے کا، ایک موتی کا اور ایک سبز زمرد کا۔ سب دروازوں کے راستے کھلے ہوئے تھے اور ان میں پانی ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا تھا۔ انہوں نے جب سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں خوبصورت نوجوان صاف ستھرے کپڑے پہنے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اس کو سلام کیا اور دریافت کیا کہ تجھے اس سمندر میں کس نے پہنچایا۔ تو اس نے کہا کہ:

"اے اللہ کے نبی میرے والد اپاہج تھے اور والدہ نابینا تھیں۔ میں نے ان کی ستر برس خدمت کی جب میری والدہ وفات پانے لگی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ میرے بیٹے کی عمر دراز کر اور اپنی عبادت میں گزارنے کی توفیق دے۔ جب والد کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اس سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ جب میں انہیں دفن کر کے واپس آیا تو یہ قبہ نظر آیا۔ میں اس کی خوبصورتی دیکھنے کے لئے اندر داخل ہوا اتنے میں ایک فرشتے نے آ کر اس قبہ کو سمندر کی تہہ میں اتار دیا"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس زمانہ میں یہاں آیا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں۔ حضرت نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا کہ انہیں دو ہزار سال گزرے تھے۔ وہ شخص بالکل جوان تھا۔ ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ اس سمندر میں تم کیا کھاتے ہو۔ کہا کہ اے نبی اللہ......! میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد رنگ کی چیز جو آدمی کے سر کے بال کے برابر ہوتی ہے لے آتا ہے میں اسے کھاتا ہوں۔ اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزہ آتا ہے اور اس سے میری بھوک پیاس جاتی رہتی ہے۔ اس سے گرمی سردی اور نیند، سستی اور غنودگی وحشت سب کی سب رفع ہو جاتی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ جانا پسند کرو گے یا ہم تمہیں تمہاری جگہ پہنچا دیں۔ کہا نہیں مجھے اپنی جگہ پہنچا دیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو......! ماں باپ کی دعا کیسی مقبول ہے۔ خدا تم پر رحم کرے۔ حقوق والدین ادا کرتے رہو۔

اے اللہ ہمیں بھی ان کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرما! ثم آمین۔

کرامات اولیاء۔ از امام عبداللہ یافعی یمنی

جواب طلب امور کے لئے جوابی لفافہ آنا ضروری ہے۔ ورنہ جواب نہیں دیا جائے گا۔

﴿ادارہ﴾

علامات قیامت

حافظ ارشاد احمد دیوبندی
ظاہر پیر

انسان کی دنیوی زندگی دراصل اخروی زندگی کا ایک مقدمہ ہے۔ دنیوی زندگی عارضی ہے اور اخروی زندگی پائیدار ہے۔ یہ زندگی ناقص اور نامکمل ہے جبکہ اخروی زندگی کامل اور مکمل ہے۔ تمام اعمال وافعال کے نتائج اس زندگی میں سامنے نہیں آتے بلکہ آخرت میں اس کے ثمرات خوشگوار یا ناخوشگوار ملیں گے اور جو کچھ اس دارالعمل میں کیا ہے وہ سب کچھ دارالجزاء و سزا میں اس کا پھل پائے گا۔

جس طرح ہر انفرادی چیز میں زوال اور فساد پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح پورے نظام کی بھی ایک عمر اور مدت متعین ہے جس کے ختم ہونے پر یہ مکمل کارخانہ ختم بلکہ درہم برہم ہو جائے گا جس کا نظام اس دنیا کے نظام طبعی سے الگ ہوگا۔ اس دنیوی نظام کے ختم ہونے پر ایک زبردست عظیم اور عظیم الشان نظام عدالت قائم ہوگی جس میں بالتخصیص ہر ایک انسان کے عمل کا حساب لیا جائے گا۔ انسان کو ایسی ہی جسمانی زندگی ملے گی اور انسان اپنے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اسلام کے نظام پیش کئے ہوئے اصولوں کے مطابق ہر آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں پیش ہو کر اپنے اپنے اعمال کا جواب دیگا اسی کا نام قیامت ہے۔

قیامت کب آئے گی......؟ اس کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کے بغیر اور کسی نبی و رسول یا ملائکہ وغیرہ کسی کو نہیں ہے۔

اس سے متعلق سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ:

ثم یطلع علیھا ملکا ولا رسولا

نیز سیدنا امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث شریف اور سند کے ساتھ یوں موجود ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق چند سوالات کئے جن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے معقول جوابات عطا فرمائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آخر میں سوال کیا کہ متی الساعۃ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت قیامت کب آئے گی......؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا......ما المسئول عنھا باعلم من السائل......

یعنی کہ جس سے یہ سوال کیا جا رہا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتا یعنی قیامت کب آئے گی کا علم جس طرح (جبرائیل علیہ السلام) تم کو نہیں ہے......اسی طرح میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ہے۔

قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ قیامت کی ثبت پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم میں رب تعالیٰ نے بار بار قیامت کا اعلان فرمایا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا حتمی ایمان اور اعتقاد ہے کہ جو شخص حیات بعد الموت یعنی قیامت کے آنے کا منکر ہے وہ کافر ہے پھر جن لوگوں کے ذہنی سوالات تھے کہ جب ہم مرجائیں گے جسم مکمل مٹی بن جائے گا۔ ہڈیاں چور چور ہو کر نیست و نابود ہو جائیں گی تو پھر کس طرح کھڑا کر ہمیں زندہ کیا جائے گا......؟

اللہ تعالیٰ نے از خود ان منکرین قیامت کے ان لغو اور فرضی سوالات کے جوابات عطا فرمائے ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "یہ خیال کہ ہڈیوں تک کا چورا ہو گیا اور ان کے ریزے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح ان کو اکٹھے کر کے جوڑ دیئے جائیں گے......؟ یہ چیز تو بالکل محال معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پور پور کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ "میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مراد تمام بدن ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مزید لکھتے ہیں ہیں جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل ونشانات غیر واضح ہیں بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق وفجور کرتا رہے اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب وکتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو پھر فسق وفجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتے۔ جس میں عیش منقطع ہوں اور خواہش کی لذت میں خلل پڑے۔ بلکہ استہزاء وتحت اور سینہ زوری سے خود سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب! وہ آپ کی قیامت کب آئے گی......؟ وہ اگر واقعی آنے والی ہے تو بقید سن وماہ اس قیامت کی تاریخ تو بتلا دی جائے۔ تا کہ ہم تیاری کریں۔ مگر قرآن کریم نے ہر جگہ قیامت کے ذکر میں جملہ "بغتۃ" استعمال فرمایا ہے۔ یعنی قیامت اچانک آئے گی ہاں کن لوگوں پر آئے گی؟ تو حضرت صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تقوم الساعۃ حتی لا یکون فی الارض اللہ اللہ

جب تک اس ارض کی کسی سطح میں کوئی ایک اللہ اللہ کہنے والا موجود ہوگا تو قیامت قائم نہیں ہوگی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بطور دلیل یہ بھی فرمایا تھا جسے کچھ مصنفین حذف کر جاتے ہیں:

واللہ لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون

یعنی "واللہ لتموتن" "تمہیں ہر حال واللہ العظیم

ضرور مرنا پڑے گا۔ جس طرح تم سوتے ہو اور دوبارہ اٹھنا پڑے گا۔ جس طرح نیند کے بعد پھر جاگتے ہو اس اہم دلیل پر غور کیجئے کہ کوئی کتنا ہی کوشش کیوں نہ کرے اسے ہر حال سونا پڑتا ہے اور کسی بھی انسان کی آج تک یہ طاقت اور قدرت نہیں کہ وہ نہ سوئے اس لئے جو قوت ہم سب کو سونے پر مجبور کرتی ہے۔ وہی قوت اور قدرت ہم سب کو ہر حال ضرور ضرور مارے گی بھی۔

اس کے بعد اگر کوئی یہ طے کرلے کہ وہ ہرگز نہیں جاگے گا لیکن جاگنے پر بھی وہی خاص قوت و قدرت جاگنے پر بھی مجبور کردے گی تو کیا وہ قدرت جو ہم سب کو جاگنے پر مجبور کردیتی ہے وہ قوت ہمیں ایسی حالت میں دوبارہ نہیں زندہ کرکے اٹھا سکتی؟ یہ دلیل جبکہ انسان کی اس اختیاری زندگی کی ہے جس میں انسان اپنے اختیار کلی کا حامل ہے۔

آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ ہر روز و شب یہ عمل ہر ایک آدمی کے ساتھ دہرایا جاتا ہے اور انسان سب کچھ ہونے کے باوجود مجبور ہے نہ سونے سے انکار کرسکتا ہے نہ ہی جاگنے سے۔ جو لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں کیا وہ اس روز کی اپنی حالت یعنی نیند (موت) اور بیداری یعنی بعث بعد الموت کا روزانہ عملی تجربہ بھی کرتے ہیں اور اس کا انکار بھی......! قیامت کا انکار بدیہات کا انکار ہے۔ جیسا کہ سورج نصف النہار کی حالت میں چمک دمک رہا ہو اور ایک آدمی سورج کے طلوع ہونے کا انکار کردے۔ مسلم شریف میں ایک حدیث یوں ملتی ہے:

ولا تقوم الساعة الا علىٰ شرار الناس

یعنی قیامت قائم نہیں ہوگی مگر اس وقت جب یہ دنیا شریر اور کمینے لوگوں سے بھر جائے گی اس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اب صور کو پھونک دے اس آواز کی سختی اور بدبو سے سب کے سب یہ شریر لوگ دنیا کائنات سے مٹا دیئے جائیں گے جس کا مکمل تعارف قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل سے موجود ہے۔

اس سلسلے میں امیر المومنین امت محمدیہ کے پیارے ماموں جان سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دن جان بوجھ کر جمعہ کے خطبہ میں کہا کہ مال غنیمت اور مال فئے کے ہم (حاکم لوگ) بلا شرکت غیرے مالک ہیں جسے دل چاہے دیں جسے دل نہ چاہے اسے نہ دیں لوگوں نے یہ بات سنی مگر افسوس کہ کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور نہ ہی کوئی اس سلسلے میں بولا۔

پھر دوسرے جمعہ کے روز بھی میں نے یہی کلمات دہرائے مگر وائے افسوس کہ سب لوگ خاموش رہے جس سے مجھے دلی صدمہ بھی ہوا۔

پھر تیسرے جمعہ میں نے یہی کلمات بڑے زور دار لفظوں میں دہرائے تو دوران تقریر ایک غریب اٹھا اور زور دار لفظوں میں اس نے برملا کہا کہ ہم یہ بات آپ کی ہرگز ہرگز نہیں مان سکتے۔ مال غنیمت اور مال فئے کے مالک آپ حاکم لوگ ہرگز نہیں ہیں یہ ہمارا یعنی پوری قوم کا مال ہے ہمارے اس مال میں جو بھی حائل ہوگا ہم اپنی تلوار کے زور سے اس مقدمہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں پیش کریں گے۔

نماز ادا کرنے کے بعد میں نے اس شخص مذکور کو اپنی قیام گاہ (دارالخلافہ) میں بلوایا لوگوں نے یہ دیکھ کر سوچا کہ لو یہ مارا گیا اپنی جان سے امیر کو برسر منبر ٹوکنے کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اب یہ ہر حال قتل کردیا جائے گا۔ تو تھوڑی دیر کے بعد کچھ اور لوگ میری قیام گاہ دارالخلافہ میں آگئے۔ وہاں ان لوگوں نے جب اس شخص مذکور کو مسند پر میرے برابر بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کو سخت حیرت اور تعجب ہوا۔ تب میں نے ان کی کیفیت جان کر برملا کہا کہ تم لوگ حیران کیوں ہوتے ہو یہ شخص تو میرا محسن ہے اس نے مجھے بچالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سلامت رکھیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا تھا یعنی اس کا میں ہی راوی ہوں کہ میرے بعد کچھ حاکم ایسے آئیں گے کہ ان کا جو دل چاہے گا وہ الٹی سیدھی بات کریں گے۔ مگر ان کے ٹوکنے اور روکنے کی کسی کو جرأت اور ہمت نہیں ہوگی۔ یہ سب لوگ جہنم میں ایسے داخل ہوں گے جیسے کسی جگہ گھستے ہیں۔

مجھے خیال آیا کہ کہیں میں تو اس کا مصداق نہیں ہوں۔ بطور امتحان پہلے جمعہ کو وہ بات کہی مگر کسی کے نہ ٹوکنے پر مجھے اندیشہ ہوا کہ میں ایسا ہی حاکم ہوں جو قیامت کے دن پکڑے ہوئے آئیں گے...... مگر دوسرے جمعہ کو بھی مجھے کسی نے نہ روکا تو میں خوف زدہ ہوگیا۔

مگر جب آج تیسرے جمعہ کو برسر منبر اس شخص نے مجھے سختی سے ٹوک دیا تو اس شخص نے گویا مجھے قیامت کے دن ہلاک ہونے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ میرے اس محسن کو سلامتی اور فرحت نصیب فرمائیں۔ (طبرانی)

یہ ہیں وہ امیر المومنین جن کے بارے نام نہاد جھوٹے مورخین نے رائی کے پہاڑ بنا کر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے مگر اس پاکباز ہستی میں قیامت کا خوف اس قدر غالب ہے۔ اللہ اکبر۔

قرآن کریم میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ تمام اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود رب غفور الرحیم فرمائیں گے۔ جبکہ ہر ایک فرد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ ہر حال حاضر ہوگا اور پھر ہر ایک کو قیامت میں اس کے کئے کی جزا ملے گی پھر جزا و سزا کی تفصیل کا بھی تفصیلاً ذکر مذکور ہے اور پھر قیامت کی اہم نشانیوں میں سے یاجوج ماجوج کے اخراج کا حال بھی مذکور ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں بتایا جاتا ہے کہ قیامت میں جزا و سزا اور بدلہ دینے اور لینے کا قاعدہ یہ ہوگا کہ جس شخص نے دنیا میں کوئی اچھا عمدہ اور نیک کام کیا ہوگا شرط یہ ہے کہ وہ اہل ایمان ہو تو قیامت میں اس کی کوئی کوشش اور نیک عمل قطعاً رائیگاں ہرگز نہ جائے گا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی مومن مسلمان کی ضائع نہ جائے گی اس نیکی کا میٹھا پھل ہر حال ملکر رہے گا ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ کے حکم سے مومن مسلمان کے نامہ اعمال میں اسی وقت ثبت ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں یوں سمجھ لیجئے کہ ہر ایک انسان کی ویڈیو ہو رہی ہے جسے قیامت کے یوم ہر آدمی خود اپنے اعمال کی ویڈیو ملاحظہ کرے گا۔ اس وقت انسان پکار پکار کر کہے گا کہ:

مال لهذا الكتاب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصاها

یعنی یہ کتاب جو مجھے دی گئی ہے اس میں تو چھوٹا بڑا عمل بڑی صراحت سے موجود ہے۔

قرآن کریم کا اپنا ایک سنہری اصول ہے کہ منکرین کے علامات اور سزا کے ذکر کے بعد مومنین کاملین کا بیان اور انعامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہلاک ہونا مقدر ہو چکا ہے وہ بھی اپنے کفر و عصیان شرک و بدعات اللہ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی عداوت و دشمنی سے توبہ نہیں کریں گے نہ

دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جاسکتے ہیں کہ بعد از موت دوبارہ یہاں آ کر گزشتہ زندگی کی تلافی کرلیں بالفرض اگر اس قدر ہولناک قیامت کا منظر دیکھ لینے او جہنم کی سزا کا مزا برداشت کر لینے کے بعد ان کو دنیا میں دوبارہ واپس بھیج دیا جائے تو فرمایا: لوردوا العادوا لما نہوا عنہ

وہ واپس آ کر پھر بھی اپنے کافرانہ پروگرام مسلمانوں کی قتل وغارتگری عصیان وطغیان سے باز نہیں آئیں گے۔

ہاں قیامت میں یہ لوگ جواب ڈھونڈتے پھرتے ہیں پریشان اور پشیمان ضرور ہونگے۔ مگر وہ قیامت ہے جس کی نشانیوں میں سے بہت ساری نشانیوں کا ظہور ہو چکا ہے اور دیگر نشانیوں کے ظہور کی ابتداء ہو چکی ہے۔

احادیث مقدسہ میں حضرت صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات میں بڑی وضاحت ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہونے سے قبل دجال اعظم بلسون ظاہر ہوگا۔ جو قوم یہود سے ہوگا اور عوام میں اس کا لقب مسیح ہوگا۔ اولاً دجال اعظم کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا جہاں یہ اخبث نبوت ورسالت کا مدعی بن کر آئے گا پھر یہ بدبخت اصفہان چلا جائے گا۔ یہاں اصفہان میں اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہونگے اور یہیں اصفہان سے خدائی کا دعویٰ کر کے چاروں طرف سے فساد فی الارض پیدا کریگا اور اس کرہ ارضی کے اکثر مقامات پر گشت کر کے لوگوں سے اپنے آپ کو خدا کہلوائے گا یہ فتنہ دجال کتنا سخت ہوگا اور پوری زمین پر یہ لعین کیا کیا شرارتیں کرے گا۔ ان کی تفصیل بھی کتب احادیث میں موجود ہے۔

الغرض اس دجال کے شر وفساد کو ختم کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں اتریں گے۔ اسلامی لشکر اور سپاہ لیکر آپ دجال اور اس کے لشکر کا خوب مقابلہ کریں گے اور اس دجال اعظم کو بہت بُری طرح قتل کروا لیں گے۔

دجال اور اس کے لشکر کی قتل وغارت ہو جانے کے بعد یاجوج وماجوج کا لشکر دنیا والوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ قوم یاجوج ماجوج اپنی بڑی کثرت کے باعث دنیا کی تمام بلندی وپستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھیں گے یاجوج ماجوج کا ایک جم غفیر کا ہجوم ہی ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا یہ بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ اس ہجوم کو کوئی انسانی طاقت قطعاً نہ روک نہ سکے گی۔ اس وقت یہ معلوم ہوگا کہ ہر ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آرہی ہیں۔ یہ بھی لوگوں کو قتل وغارت گری کرنے میں بالکل دریغ نہ کرے گی۔ سوائے بہت ہی مضبوط قلعہ کے کہیں ان سے خلاصی کی صورت پیدا نہ ہوسکے گی۔

اس قوم یاجوج ماجوج کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ

''میرا خیال یہ ہے واللہ اعلم کہ یاجوج ماجوج کی قوم انسانوں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے۔ جیسا کہ جمہور علماء سے نقل کیا گیا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ اسلام پر منتہی ہوتا ہے مگر ماں کی طرف سے حضرت حوا تک نہیں پہنچتا۔ یہ فتنہ بھی بہت سخت ہوگا۔

بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی دعا سے جو بارگاہ الٰہی میں کریں گے یہ یاجوج ماجوج طاعون کی مرض سے صرف ایک ہی رات میں اللہ کی کامل قدرت سے ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر ان کی ہلاکت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد بڑی خیر وبرکت کا عہد ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتقال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدس میں سیدنا اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہونگے۔ اس کے بعد بھی قیامت کی بعض دوسری شرائط اور بڑی بڑی نشانیاں شروع ہو جائیں گی حتیٰ کہ جب جمیع اہل ایمان اس جہاں کو خیرباد کہ کر کوچ کر جائیں گے۔

پھر اہل حبش کا خوب غلبہ ہوگا اکثر ممالک میں ان کی بھی سلطنت پھیل جائے گی۔ حبشی خانہ کعبہ کو بھی منہدم کر دیں گے۔ منہدم کرنے والا ایک فالج زدہ لنگڑا جس کی پنڈلیاں بھی کافی حد تک خشک ہو چکی ہوگی وہ اس وقت بیت اللہ کو گرادے گا۔ جب اہل اسلام دنیا سے رخصت ہو چکے ہونگے، حج موقوف ہو جائے گا۔ خدا ترسی حق شناسی اور خوف قیامت دلوں سے بالکل معدوم ہو جائے گا۔ پوری دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ رہیگا۔ اہل ایمان سب دنیا سے رخصت ہو چکے ہونگے۔ تو بالکل اچانک جمعہ کے دن جو محرم الحرام کا یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح نفخ صور ہوگا جس کی آواز رفتہ رفتہ تدریجاً سخت اور بہت ہی بلند ہوتے ہی بجلی کی شدید کڑک کی مانند ہو جائے گی۔ اس خوف اور ہیبت سے لوگ دھڑا دھڑ مرنے شروع ہو جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ زمین میں شدت آمیز زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے زمین جابجا شق ہو جائے گی۔ بہت بڑے بڑے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کی مانند روئی کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ آسمان پھٹ جائیں گے۔ اس طرح پورا نظام کائنات درہم برہم ہو کر نیست ونابود ہو جائیگا۔ حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے سب فرشتے بھی مع ملک الموت مر جائیں گے۔

کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربك ذوالجلال والاکرام

سوائے ذات باری تعالیٰ کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ نہ ارضی نظام اور نہ سماوی نظام اور دیگر ساٹھ ہزار جہان کا نام ونشان باقی دیکھنے میں نظر نہیں آئے گا۔

جی ہاں! پھر کچھ مدت گزر جانے کے بعد جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی نہیں جانتا پھر اس کے بعد از سر نو حکم خداوندی سے بعث بعد الموت کا سلسلہ شروع ہوگا حشر نشر کے لئے سب کے سب پھر زندہ کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اپنے اپنے اس دنیا میں کئے ہوئے نیک اعمال یا بداعمال کی جزا وسزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پھر سب سے اول سید الرسل امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

روایات میں منقول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے لئے آئیں گے۔ مگر آپ کے ساتھ ملاقات نہ ہوسکے گی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں عرض کریںگے...... یا اللہ جل جلالہ آپ کے آخری نبی آخری رسول علیہ السلام سے کہاں اور کیسے ملاقات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آپ حضرت علیہ السلام کا اسم مبارک لے کر آواز دیں تو ملاقات ہو جائے گی۔ نبی علیہ السلام دریافت فرمائیں گے کہ آج کونسا یوم ہے؟ جبرائیل علیہ السلام کا اسم مبارک لے کہ یوم الحسرۃ والندامۃ والفضیحۃ ویوم القیامہ ...... تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے عجیب وغریب مبارک کلمات پڑھ کر اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اٹھیں گے اسی کا نام قیامت ہے۔ ☆☆☆

پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں

عبدالرحمٰن راشد
میرپور خاص
سندھ

آج سے تقریباً 16 سال قبل 1990ء میں پارلیمنٹ پاکستان سے ایک بل و قانون پاس ہوا تھا۔ جس کا نام تھا "law of blassphemy"

According to the act of the parliament

اگر کوئی شخص حضور کی ذات اقدس کی یا دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی و رسول کی توہین کا مرتکب ہو تو اس کو سزائے موت ہونی چاہئے۔ یعنی پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت قانون ناموس رسالت" نافذ ہوا۔ یہ قانون بالکل واضح ہے۔ کہ کوئی بھی شخص خواہ مسلمان ہو یا عیسائی ہو۔ خواہ توہین کرنے والے کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اگر اس نے کسی برحق نبی کی توہین یا گستاخی کی تو اس کے لئے سزائے موت ہے۔ اب آپ خود بھی غور فرما سکتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے جو قانون بنایا اس قانون میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی، حضرت موسیٰ، حضرت داؤد علیہ السلام بھی اور ہر ایک نبی و رسول شامل ہیں جس میں ان کی عزت و عظمت، شان و شوکت اور حرمت کو تحفظ ملا ہے۔

پاکستان میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کے تحفظ کا قانون ہے وہاں اسی قانون کے تحت تمام انبیاء کی بھی عزت و عظمت اور حرمت کے تحفظ کا قانون بھی موجود ہے۔ ظاہر بات ہے ہم مسلمان تمام انبیاء و مرسلین کی قدر و منزلت، عزت و عظمت اور حرمت کا تحفظ کرتے ہیں اور ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ سب کے علم میں ہے کہ مغربی ممالک کے بعض صحافیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف نازیبا خاکے شائع کر کے امت مسلمہ کو مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے پیش نظر تقریباً 8 ماہ سے پوری دنیا میں احتجاج کیا گیا لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ بڑے اور نازک مسئلے پر اقوام متحدہ اور او آئی سی نے اب تک کوئی خاص کردار ادا نہیں کیا۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے رسمی ادائیں پوری کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔

بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی اپنی سیاست چمکانے کی خاطر اپنی کرسی کو بچانے کے لئے رسمی کردار ادا کیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جو حقیقی ثبوت ہے انہوں نے اس کو بھلا دیا ہے۔ اس سے قبل بھی ایک ملک سے قرآنی اوراق آم کی پیٹیوں میں اخبار کی جگہ استعمال ہو کر آم کی پیٹیاں پاکستان میں لائی گئیں۔ یہ گھناؤنی حرکت جس نے کی اس کا حساب کون دیگا......؟

اب اک اور گھناؤنی حرکت ڈنمارک کے اخبار Jland Posten نے کی ہے۔ توہین آمیز خاکوں کو شائع کر کے نمائش کی جس کے پیش نظر اسلامی ممالک میں ایک بار پھر خطرناک طوفان کی کیفیت پیدا ہو گی۔ ان توہین آمیز خاکوں کی تحقیق اور جائزہ لیا گیا۔ یعنی ڈنمارک کے دو مسلمانوں نے سب سے پہلے ان گستاخوں کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ ایک نے توہین آمیز خاکوں کی سخت مخالفت کی...... دوسرے نے خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، دین اسلام اور تمام مسلمانوں کے ساتھ غداری کرتے ہوئے توہین آمیز خاکوں کی حمایت پر بیان بازی کی اور اپنے بڑے بھائی میر جعفر صادق کی سنت کو اپنایا اور وہ ڈنمارک کا رہائش پزیر رکن پارلیمنٹ ناصر خادر ہے۔ جس نے اپنی سرکاری پوزیشن کو سلامت رکھنے کے لئے اور چند سکوں (ڈالروں) کی خاطر مسلمانوں کے خلاف بیان دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قرآن پاک کے ساتھ بغض و عناد کا ثبوت دیا۔

تقریباً سات آٹھ ماہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور حرمت پر گستاخ رسول کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہو رہے ہیں اور گستاخ رسول کی سزا کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ عرصہ دراز سے دشمنان اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی اور قرآن پاک کی توہین کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و حرمت کو تار تار اور قرآن کی بے حرمتی اور اسلام کے خلاف مختلف پروپیگنڈا کرتے ہوئے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن مسلم نے ان پروپیگنڈے کرنے والوں کے خلاف آواز حق اٹھانے میں غفلت کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔

پاکستان میں تقریباً 1980ء سے ایک مرد قلندر مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آواز حق اٹھائی کہ ہم کسی مسلم یا غیر مسلم ممالک میں توہین رسالت، توہین قرآن پاک، توہین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہو تو ہم اس گستاخ رسول و صحابہ اور منکر قرآن کے خلاف ہر ممکن ہر آن ہر گھڑی تیار ہیں۔ ان کے خلاف جو بھی سخت سے سخت سزا ہو تعین کی جائے اور ایسے مجرموں کو چوکوں چوراہوں پر پھانسی دی جائے۔

آج ڈنمارک میں جب توہین رسالت ہوئی تو جو مذہبی یا سیاسی تنظیمیں اس گستاخ رسول کے خلاف کردار ادا کر رہی ہیں ہم ان سیاسی و مذہبی تنظیموں کی حمایت کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں پہلے ہم اپنے گریبان میں جھانکیں۔ آیا یہ سب کچھ جو یورپی ممالک میں ہو رہا ہے کیا ہمارے اپنے شہر میں، صوبے میں، یا ملک میں تو نہیں ہو رہا؟؟ اگر اپنے ہی ملک میں گستاخ موجود ہو اپنی ہی آستین میں سانپ موجود ہو تو ہمیں اپنی جان کے بچاؤ کے لئے کسی دوسرے کی آستین میں سانپ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی آستین میں موجود سانپ مارنا واجب ہو جاتا ہے۔ ورنہ یہی آستین کا سانپ جان لیوا اور نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اگر ہم اپنے ہی گریبان میں نہ

بھاگتے ہوئے اپنے ملک میں موجود گستاخ رسولؐ اور صحابہ کرامؓ نیز گستاخ قرآن پاک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں دیر کریں گے تو یہ آستین کا سانپ بن کر ہمارے ایمان کو نقصان پہنچائے گا اور ہمیں مسلمان اور مومن کی موت کی بجائے مرتدین کی موت مارے گا۔

جی ہاں! یہ ایک خواب ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے کہ ڈنمارک، ناروے اور امریکہ کی طرح ہمارے ملک پاکستان میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی آپؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے خاکے تیار کر کے شائع کئے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے ہر ایک ضلع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار اور قرآن پاک کی توہین ہوتی ہے۔ یہ ایک الفاظ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خاکے پاکستان میں تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم دوسرے ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے تو اپنی سیاست چمکانے کے لئے اپنی چودھراہٹ چمکانے کے لئے اپنی کرسی کو گرنے سے بچانے کے لئے مسلم اور غیر مسلم بھی پاکستان میں احتجاجی مظاہرے، احتجاجی جلوس اور جلسے کرتے ہیں اور سب مل کر اس ملک کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں کہ حکومت ناکام ہو گئی ہے۔ فلاں ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوئی ہے۔ اس لئے پاکستان کے فلاں وزیر اعلیٰ فلاں گورنر، فلاں وزیر کو مستعفی ہونا چاہیے۔

دوسرے ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوئی اس توہین و گستاخ کی آڑ میں سب کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے کسی کے سر میں درد، کسی کے پیٹ میں درد، کسی کو ملیریا بخار ہوا، کسی کو سر کا درد ہو جاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی چلاتا ہے اور کوئی رنج کرتا ہے۔ ان سب مریضوں کا علاج صرف ایک ہوتا ہے ان سب کی آواز ایک ہوتی ہے ان سب کو سکون و راحت تب ملے گی جب تک کسی طریقے سے کوئی وزیر، کوئی مشیر یا کوئی گورنر کرسی سے نہ اترے۔ جب کوئی وزیر کرسی سے نہ اترا تو سب سیاسی تنظیمیں خاموش ہو جاتی ہیں اور جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں کی سزا کی آڑ میں کوئی وزیر، کوئی مشیر، کوئی گورنر وغیرہ کرسی سے اترتا ہوا نظر آیا تو سب کے گرجھ والے آنسو بند ہو جاتے ہیں۔ سب کا چلانا اور رونا دھونا ختم ہو جاتا ہے۔

ہوتا کیا ہے.....؟ نہ کرسی سے کوئی ہٹا، نہ اسمبلی ٹوٹی اور نہ گستاخ رسولؐ و صحابہ کو سزا ہوئی بلکہ برساتی تیتر اور مینڈک بارش کے چند دن بعد خود بخود غائب ہو جاتے ہیں اور حقیقت یہی ہے جو کہ سب کے سامنے ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا کہ یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ ہمارے ملک کے ہر بستی ہر قریہ ہر شہر اور ہر ایک ضلع میں جہاں آپؐ کی توہین ہوتی ہے وہاں آپؐ کے محبوب ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نام لے کر گالیاں دی جاتی ہیں وہاں آپ پر نازل ہونے والے قرآن کی توہین ہوتی ہے۔

ہم سب کی نظروں کے سامنے اپنے ہی شہروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے تیار ہو رہے ہیں، قرآن پاک کو آگ لگائی جا رہی ہے۔ ہمارے ہی ملک میں پیغمبر کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ کیا ہم نے اپنے ملک میں موجود گستاخ رسولؐ و صحابہ اور گستاخ قرآن کے خلاف آواز اٹھائی۔ کیا ہمارے آستینوں میں موجود اور گستاخ رسولؐ وصحابہ کے خلاف کسی نے آنسو بہائے.....؟ کیا کسی کے دل میں کسی بھی قسم کا رنج و غم ہوا.....؟ کسی کا دل تڑپا.....؟ کیا کسی نے یہ کہا کہ ہمارے ملک میں جو گستاخی ہوئی ہے اس گستاخی کی وجہ سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت ناکام ہو گئی ہے۔ اس لئے ہمارے ملک کے فلاں فلاں وزیر، صدر، فلاں گورنر اور مشیر کو برطرف کیا جائے کے نعرے کیا کسی نے لگائے.....؟ کیا کسی نے احتجاجی مظاہرے کئے.....؟ اب جو پاکستان میں موجود گستاخ رسولؐ و صحابہ کرام اور گستاخ قرآن کے خلاف آواز اٹھا رہا ہے اور گستاخ رسول کی حمایت میں گستاخوں کو خوش کرنے کے لئے احتجاج کرنے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن ہوتا ہے ان کے خلاف مقدمے بنتے ہیں، ان کو گرفتار کیا جاتا ہے..... احتجاجی مظاہرہ کرنے والوں کو سالہا سال جیلوں میں رکھا جا رہا ہے گستاخ رسول کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حکومت سے صرف یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ گستاخ رسول کو سزائے موت دی اور ان گستاخ رسولؐ و صحابہ کے خلاف آواز اٹھانے والوں پر الزامات لگائے جاتے ہیں کہ یہ لوگ انتہا پسند ہیں۔ یہ دہشت گرد لوگ ہیں یہ خون خرابہ کرنے کو پسند کرتے ہیں اور گستاخ صحابہ کرام کے خلاف آواز پہلے بھی اٹھی اب بھی اٹھی۔ پہلے گستاخ رسول کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو پابند سلاسل کیا گیا۔ آج وہی آواز سیاست دانوں نے اٹھائی آج کے حکمرانوں نے اٹھائی۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جو جرم انہوں نے کیا تھا وہی جرم آج سیاستدانوں حکمرانوں نے کیا۔ ہم ان سیاست دانوں اور حکمرانوں کے بالکل بھی مخالف نہیں بلکہ ہم تو ہر اس کے ساتھ ہیں جو گستاخ رسولؐ و گستاخ قرآن کے خلاف آواز اٹھائے گا۔ چاہے وہ سیاست دان ہو یا مذہبی راہنما ہو۔ اس تحریر سے گستاخ رسولؐ کے خلاف احتجاج کرنے والوں کا دل دکھانا مقصد نہیں بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ گستاخ رسولؐ اگر دوسرے غیر مسلم ملک کا ہو تو سب کی آوازیں بلند ہوتی ہیں جب اپنے ملک کے گستاخ رسول کی باری آتی ہے اس کے خلاف احتجاج کرنے کی باری آتی ہے تو سب کی آواز کیوں کر نہیں اٹھتی.....؟ ڈنمارک، ناروے اور امریکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خاکے تیار ہو کر شائع ہوں تو سب کی آوازیں بلند ہوں لیکن عرصہ دراز سے پاکستان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف توہین آمیز کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خاکے تیار ہو کر شائع کئے جا رہے ہیں..... ان کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں ہوتی۔

ابھی حال ہی میں بہاولپور سے ایک نیا اور تازہ اشتہار عید غدیر کے نام سے شائع ہوا۔ یہ اشتہار پورے بہاولپور میں چسپاں کیا گیا۔ اس اشتہار میں آپؐ حضرت علی المرتضیٰ اور خلفاء راشدین کے خاکے ہیں۔ اس کے باوجود ان کے خلاف کسی نے آواز نہیں اٹھائی.....؟ کسی نے بطور احتجاج جلسے جلوس نکال کر چند آنسو بہا کے مسلمانیت کا ثبوت دیا.....؟ جو گستاخی ڈنمارک میں بھی ہوئی گستاخی پاکستان میں بھی ہوئی گستاخی ڈنمارک کے خلاف سب کچھ ہوا ٹھیک ہے۔ لیکن پاکستان میں موجود آستین کے سانپوں کے خلاف کون آواز حق اٹھائے گا.....؟ ان کے خلاف مظاہرے جلوس کون نکالے

گا.....؟ کیا امت مسلمہ کی آواز اس لئے خاموش ہے کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اس میں آواز اٹھانے سے خون خرابہ ہوگا؟ حالات خراب ہوں گے یہ بات اچھی طرح ذہین نشین کر لیں کہ ملک چاہے مسلمانوں کا ہو یا غیر مسلمانوں کا..... لیکن نبی تو ہمارا ہے پیغمبر اور رسول تو ہمارا ہے۔ اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کسی دوسرے ملک میں ہو تو کوئی خاموش بیٹھنے کو تیار نہیں ہوتا..... اور جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے ملک میں گستاخی ہو اور ہم خاموش ہو جائیں تو ہم سے بڑا غدار کون ہوگا.....؟ اگر ہم اپنے ملک میں اپنے نبی اپنے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کو محفوظ نہ کر سکیں تو ہمیں اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں اپنے آپ کو پاکستانی کہلانے کا کوئی جواز نہیں۔ ہم سب کا یہ ایمان ہے کہ آقا نامدار حضرت محمد مصطفےٰ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت وعظمت اور قرآن کے تقدس پر مرمٹیں۔

افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ جو آقائے نامدار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نام لیتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ پاکستان میں موجود گستاخ رسولؐ اور گستاخ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور منکر قرآن کے مرتکبین کی خیر خواہی اور ان سے چشم پوشی اختیار کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ضمیر مر چکا ہے۔

مسلمانو.....! نبی وصحابہ کے ساتھ اپنی محبت کا ثبوت دو تمہارے دامن کے داغ صاف ہونے کا وقت ہے گنبد خضریٰ کے مکیں محمد اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمہاری راہ تک رہے ہیں ان کی عزت وعظمت اور حرمت خطرے میں ہے۔ اگر روز قیامت ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کر لیا کہ تم نے ڈنمارک' ناروے' امریکہ میں موجود گستاخ رسولؐ کے خلاف آواز اٹھائی لیکن جب پاکستان میں میری عزت وعظمت اور حرمت پر حملے ہو رہے تھے تو تم خاموش کیوں تھے؟ جب پاکستان میں میرے اور میرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خاکے تیار ہو کر شائع ہو رہے تھے تو تم نے آواز کیوں نہ اٹھائی؟ ہمارے پاس سوائے خاموشی کے سوائے رسوائی کے کوئی جواب نہ ہوگا۔ ☆

قرآن پاک کا معجزہ

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ:

لایمسہ الا المطھرون

''اس کو نا پاک مس بھی نہیں کر سکتے''

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں کے سینوں میں جامعین قرآن (خلفائے ثلاثہ) کا بغض بھرا ہوا ہے ان میں خدا کی پاک کتاب کا نقش جم نہیں سکتا۔ قرآن پاک کا یہ معجزہ مانا ہوا ہے کہ رافضی میں کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔

بارہا اہلسنت کی طرف سے اعلان ہو چکا ہے اور انعامی اشتہارات شائع ہو چکے ہیں کہ رافضی میں سے کوئی مرد میدان ایسا نکلے جو اہلسنت کے اس دعویٰ کو باطل کر سکے۔ لیکن کبھی کسی رافضی کو اس کی جرأت نہیں ہو سکی ...... یوں تو گھر بیٹھ کر عوام میں رافضی صاحبان یہ ڈینگ مار دیا کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں بہت سے حافظ موجود ہیں...... لیکن رافضی مشن کے واحد آرگن رسالہ اصلاح نمبر 6 جلد نمبر 28 ماہ جمادی الآخر 1344، 33 تا 35 صدی عیسوی میں ایک مضمون بعنوان ''رافضی حافظ قرآن'' شائع ہوا ہے۔ جس نے ڈھول کا پول ظاہر کر دیا ہے۔ اس مضمون میں ایڑی چوٹی کا زور مار کر تمام رافضی دنیا کی مردم شماری پر سرسری نظر کرتے ہوئے تین اشخاص کا نام لکھا ہے۔ جن کی نسبت حافظ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ وہ نام یہ ہیں۔

(1)...... حافظ مولوی فیاض حسین میرٹھی (2)...... حافظ میر کاظم ساکن نگینہ ضلع بجنور

(3)...... حافظ مولوی کفایت حسین پشاوری۔

یہ بات مسلم ہے کہ طول وعرض ہند وپنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں رافضی آباد ہیں۔ ان میں اگر بفرض محال تین شخص حافظ ہوں بھی تو ''بحکم النادر کالمعدوم'' اہلسنت کے دعویٰ کی تردید نہیں ہو سکتی۔ بفضل خدا اہلسنت والجماعت میں لاکھوں کی تعداد سے حافظ قرآن اس وقت موجود ہیں۔ پھر رافضی کے لئے ڈوب مرجانے کا مقام ہے۔ ان کا رسالہ اصلاح بہت مبالغہ سے کام لیتا ہوا ابھی صرف تین کی تعداد لکھ سکا ہے۔ لیکن یہ بھی اصلاح کے ایڈیٹر صاحب کا تقیہ جھوٹ ہے...... کیونکہ ان تین میں سے آخری نام کفایت حسین کو ہم خوب جانتے ہیں۔ چکوال کے جلسہ میں اس کو چیلنج دیا گیا تھا کہ میدان میں نکل کر اہلسنت والجماعت کے مقابلہ میں ایک پارہ قرآن مجید کا سنا دے۔ لیکن کفایت حسین کو ہرگز اس کی جرأت نہ ہوئی اور وہ راتوں رات وہاں سے بھاگ گیا۔ پھر چک بیلی خان تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں بھی یہی شخص رافضیوں نے علماء اہلسنت سے مناظرہ کے لئے بلوایا............ لیکن کھڑے ہو کر آیت کا ایک آدھا ہی ٹکڑا پڑھا وہ بھی غلط .... لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ...... کو...... لَا رَطْبٌ وَّلَا يَابِسٌ غلط پڑھا...... تو ٹوکنے پر ایسا شرمندہ ہوا کہ فوراً منبر سے اتر کر بھاگ گیا۔ (بحوالہ آفتاب ہدایت)

فخر دیوبند

سیرت وسوانح

علامہ سید بدر عالم میرٹھیؒ

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری
ضلع راجن پور

دارالعلوم دیوبند برصغیر کی وہ عظیم علمی و دینی درسگاہ ہے جس نے وہ عظیم المرتبت اور عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا کی ہیں۔ جنہوں نے ملت کی فکری اور عملی رہنمائی کر کے مسلمانوں کی تاریخ پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ اس مدرسۂ فکر کی جامعیت اور نیابت محمدیہ کی برکت ہے کہ علوم نبوت کی جو تعلیم و تدریس اشاعت و دعوت اور اس کے مطابق تربیت اور تزکیۂ ظاہر و باطن اس طبقہ کے حضرات سے ہوا اس کی مثال قرون متاخرہ میں شاذ ہی ملے گی۔ اس عظیم درسگاہ کا فیض یافتہ ہر شخص ایک درِ ثمین اور گوہر نایاب ثابت ہوا' جو اپنے علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

انہی مقدس اور عظیم ہستیوں میں رئیس المحدثین قطب العارفین بدر العلماء حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ آپ کا شمار بھی انہی جامع الکمالات شخصیتوں میں ہوتا ہے جن پر دارالعلوم دیوبند بجا طور پر فخر محسوس کر سکتا ہے۔ آپ نہ صرف اپنے دور کے جید ترین عالم دین اور محدث تھے بلکہ شیخ وقت اور عارف کامل تھے۔ ایک عظیم محقق اور مدبر و منتظم تھے۔ علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی و للہیت کا بہترین نمونہ تھے۔ اپنے علمی و عملی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدماء سلف کی یادگار تھے۔

خاندانی حالات:

آپ کے والد ماجد حاجی سید تہور علی شاہ صاحب نہایت شریف' دیندار اور عظیم بزرگ تھے۔ وہ محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند' تہجد گزار اور عارف کامل تھے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔

وفات کے وقت بیٹے سے فرمایا کہ ہم نے تم لوگوں کے لئے روپیہ نہیں چھوڑا لیکن تمہارے جسم میں حرام کا پیسہ نہیں لگایا ہے۔ تمام عمر بھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا۔

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب کا وطن میرٹھ تھا اور آپ نہایت شریف نیک سید گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ 1316ھ کو شہر بدیوان ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

مولانا بدر عالم بچپن سے ہی بہت نفیس اور نازک مزاج تھے حسب دستور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور پھر انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل ہوئے تقریباً میٹرک تک پڑھا تھا کہ تقدیر نے اپنا رخ بدلا اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے نکال کر اپنے اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی دین کی اشاعت کے لئے اس پاک روح کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ مولانا بدر عالم جمعہ کی نماز کے لئے الہ آباد (صوبہ یوپی) کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے' وہاں حکیم الامت' مجدد ملت' حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ تھا اس کو سن کر ایک گیارہ سالہ بچے نے توفیق ایزدی سے فیصلہ کر لیا کہ انگریزی تعلیم کو ترک کر دیا جائے۔

علم دین کی طرف رجحان:

نماز جمعہ پڑھ کر گھر واپس آئے تو والد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں تو دینی تعلیم حاصل کروں گا۔ والد کو یہ خیال ہوا کہ وہی بچوں کی طرح بدشوقی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کافی سختی اور تادیب سے کام کیا پھر صبح کو دریافت فرمایا اب تمہارا کیا ارادہ ہے جواب یہ تھا کہ جی عربی پڑھوں گا۔

چنانچہ انہوں نے فوراً محدث عصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں پورا واقعہ من و عن تحریر فرمایا۔ حضرت سہارنپوری نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظیم کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں بلکہ آپ کو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور ہزاروں خوشی و مسرت کے ساتھ اس کی اجازت دینی چاہیے۔

مدرسہ مظاہر العلوم سے فراغت:

مولانا بدر عالم گیارہ سال کی عمر میں اپنے شفیق والدین سے جدا ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گئے اور حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت و شفقت انہی کی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کی تکمیل فرمائی جس میں آٹھ سال صرف ہوئے اور انیس سال کی عمر میں اردو فارسی اور عربی تعلیم حاصل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

مظاہر العلوم میں 1330ھ مطابق 1912ء کو داخل ہوئے اور 1336ھ مطابق 1918ء کو فراغت حاصل کی۔ درس نظامی کی کتب حضرت مولانا وکیل احمد سہارنپوری' مولانا عبدالوحید سنبھلی' حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی سے پڑھیں۔ دورۂ حدیث شریف حضرت اقدس مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا اور دستار فضیلت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث:

اگرچہ آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند فراغ حاصل کر لی مگر آپ نے دیکھا دارالعلوم دیوبند ملک بلکہ عالم اسلام کے جہاندیدہ فن کا مرکز بنا ہوا ہے۔ وہاں کے افق پر پیغمبرانہ علوم کے ماہ و نجوم کی جھرمٹ ہے۔ آپ نے ان درخشندہ ماہ و نجوم سے کسب نور کا ارادہ کیا اور مظاہر العلوم میں دو سال مدرس رہنے کے بعد مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں دوبارہ دورۂ حدیث پڑھا اور امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ

کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی اور عارف باللہ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیو بندی جیسے مایہ ناز اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا اور 1339ھ میں دارالعلوم دیو بند سے بھی دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔

مظاہر العلوم اور دارالعلوم میں درس و تدریس:

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے 1336ھ میں فارغ ہونے کے بعد ہی 1337ھ میں آپ مظاہر العلوم ہی میں مدرس مقرر کر دیئے گئے۔

1340ھ میں اپنے اساتذہ ہی کے حکم پر آپ نے دارالعلوم دیو بند میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور آپ کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ جن عظیم اساتذہ کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا تھا وہی آپ کو تدریس کی دعوت دیں۔ قدرت نے یہ شرف بخشا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جیسے جلیل القدر علماء و اساتذہ کے پہلو بہ پہلو مسند درس پر فائز ہوں۔

سلوک و تصوف، بیعت و خلافت:

مولانا بدر عالم علم تصوف میں بھی کامل و اکمل تھے اور اس کے حصول کی ابتدا خانقاہ قدوۃ السالکین، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ عرصہ دراز تک ان کے نفوس قدسیہ اور صحبت مقدسہ کی برکات سے مالا مال ہوتے رہے، انتہائی استقامت و استقلال کے ساتھ اذکار و اشغال نقشبندیہ کی مداومت نصیب ہوئی۔

بالآخر حضرت مولانا مفتی صاحبؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1364ھ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اہل باطل کے خلاف تحریری و تقریری جہاد:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات اکابر دیو بند نے درس و تدریس کی خدمات کے ساتھ مسائل کی تحقیق اور علمی بحث و مباحثہ اور تصنیف و تالیف کا بھی ذوق پیدا کیا۔ خصوصاً 1340ھ میں قادیانی فتنے نے سر اٹھایا اور ان لوگوں کو یہ جرأت ہونے لگی کہ علماء کو مناظرہ اور مقابلہ کی دعوت دینے لگے اس نے سنی علماء کو اس فتنہ کی روک تھام کی طرف متوجہ کیا۔

خصوصاً حضرت الاستاذ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے قلب مبارک میں اس کا اہتمام اس شان سے پیدا ہوا کہ جیسے کوئی مامور من اللہ کسی خاص خدمت پر مامور ہوتا ہے اس وقت درس و تدریس کے بعد حضرت استاذ علیہ الرحمہ کے تمام اوقات اسی فتنے کے انسداد پر خرچ ہونے لگے۔ حضرت نے ہم کو اس کام پر لگایا کہ عقائد اسلامیہ کے خلاف تمام مسائل میں قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کیا جائے۔ مسئلہ ختم نبوت پر لکھنے کے لئے احقر کو مامور فرمایا اور نزول مسیح علیہ السلام وغیرہ کے مسائل کا کام مولانا سید بدر عالم میرٹھی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے سپرد فرمایا اب سے پہلے ہم تینوں میں وحید باد و رابطہ یہ سلسلہ بنا۔

حضرت کشمیری کی ہدایات کے مطابق مولانا بدر عالم نے الکلام الفصیح فی نزول المسیح کے نام سے ایک قابل قدر تصنیف فرمائی۔

اسی زمانے میں اکابر دارالعلوم کے ایک وفد نے جس کی قیادت استاذ محترم حضرت شاہ صاحب فرما رہے تھے۔ عام مسلمانوں میں قادیانی دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ملک کا دورہ کرنا تجویز کیا، اس دورے میں بھی ہم تینوں مولانا بدر عالم مولانا محمد ادریس صاحب اور احقر کو حضرت کا ہم سفر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی زمانے میں یہ تجویز ہوا کہ سالانہ ایک جلسہ خود قادیان میں منعقد کیا جائے جس میں مرزا کے اوہام باطلہ کی تردید خود ان کے مرکز میں جا کر کی جائے ان جلسوں میں بھی حضرات اکابر کے ارشاد کے مطابق ہم تینوں کو شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا تو ان کے مناظرہ کے لئے دارالعلوم کی طرف سے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب کی سرکردگی میں ہم تینوں رفیق سفر رہے، بعد میں خود حضرت علامہ کشمیری اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی پہنچ گئے۔ یہ تاریخی مناظرہ تین روز جاری رہا۔

حضرت استاذ شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خاص توجہ اور مسلسل کوشش نے چند سال میں ایسا کر دیا تھا کہ علمی اعتبار سے مرزا صاحب اور قادیانیت نے دم توڑ دیا۔ اور یہ لوگ مناظرہ و مباہلہ کا نام لینا چھوڑ کر زیر زمین سازشوں میں مشغول ہو گئے۔

مظاہر العلوم سے فراغت، تحصیل علوم کے بعد

آپ دیو بند پہنچے اور حضرت امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلمذ کی سعادت کے ساتھ ہی ساتھ دارالعلوم دیو بند میں منصب تبلیغ و تدریس پر فائز ہوئے اور اسی زمانے میں فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں نے جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں۔ دارالعلوم دیو بند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے مشورے سے مناظرے کے لئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندی، حضرت مولانا مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی تجویز ہوئے۔ یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کس دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کیا جائے پہلی صورت مضر تھی۔ دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے بے عزتی کا باعث ہو سکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہی شرائط پر مناظرہ منظور کر لیا گیا اور حضرت امام العصر علامہ کشمیری قدس اللہ سرہٗ کے لئے تار دے دیا گیا۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہوا۔ عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت علامہ شاہ صاحب کشمیری بنفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اعلان فرما دیا کہ جاؤ ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوائی ہیں اتنی ہی اور من مانی شرائط اور لگوا لو۔ ہماری طرف سے کوئی شرائط نہیں، مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔

چنانچہ اس بات کا اعلان کر دیا گیا اور حضرت مفتی اعظم محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے مناظرہ

کیا۔ اس میں مرزائیوں کی جو گت بنی اس کی گواہی فیروز پور کے در و دیوار آج بھی دے سکتے ہیں۔ مناظرے کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں مذکورہ مناظرین کے علاوہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی تقریریں کیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ و جلسے کے بعد اسلام میں واپس لوٹ آئے۔

عیسائی' قادیانی' پرویزی اور اسی طرح کے باطل مذاہب کے رد کی سعادت تو جوانی ہی سے جن علماء کو نصیب ہوئی۔ ان میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی کے اسمائے گرامی خاص طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ حضرات ان فتنوں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اور آخر دم تحریر وتقریر کے ذریعے ان فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس حدیث:

دارالعلوم دیوبند میں تقریباً چھ سال تک تدریس وتبلیغ کی خدمت انجام دینے کے بعد 1346ھ کو حضرت امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قافلے کے ساتھ آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے اور حدیث کے اساتذہ میں تقرر ہوا۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کے درس صحیح بخاری میں پورے التزام کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ چار مرتبہ صحیح بخاری شریف سبقاً سبقاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طالب علموں کی صف میں بیٹھ کر پڑھی ہے۔ حالانکہ اس وقت دورے کے مدرس تھے لیکن کمال ادب دیکھیے کہ باوجود حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار کے' اس طرف نہیں بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بھی اس جگہ بیٹھ کر درس نہیں دیا بلکہ اس جگہ سے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ قیام بھی دونوں کا اس طرح ساتھ رہا کہ دونوں کے کمرے برابر تھے۔ حتیٰ کہ درمیان میں دروازہ بھی تھا لیکن کمال ادب دیکھیے کہ چار سال کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی تک کی آواز نہیں سنی اور اپنے اس محبوب اور فاضل تلمیذ کو ایسی سند اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عنایت فرمائی جو فل اسکیپ سائز کے ایک صفحے پر ہے۔ جو ایک محدث کے لئے بجا طور پر قابل فخر ہے۔ ایسی سند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی تلمیذ کو نہیں عنایت فرمائی جو اتنی طویل اور اتنی خصوصیت کی حامل ہو۔

علمی وتصنیفی خدمات:

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جید ترین عالم دین تھے' ایک محدث ومفسر تھے ایک عارف وفقیہ تھے۔ ایک ادیب وشاعر تھے، قرآن وحدیث کے اسرار ونکات بیان کرنے والے تھے۔ عام جلسوں اور مجلسوں میں علم ومعرفت کے موتی بکھیرتے تھے۔ آپ نے درس وتدریس' وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعے ہزاروں بندگان خدا کو فیض پہنچایا اور برس ہا برس وعظ وارشاد کو زینت بخشی اور لوگوں کو فکری' ذہنی اور روحانی ہدایت کا سامان فراہم کیا۔

آپ کی تدریسی وعلمی زندگی کا عرصہ نصف صدی کے قریب پھیلا ہوا ہے اور آخر عمر تک تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے مختلف دینی موضوعات پر کتابیں اور رسائل لکھے اور آپ کی تصانیف پورے عالم اسلام کے طول وعرض میں پھیلیں جو مسلمانوں کے لئے صلاح وفلاح کا ذریعہ بنیں۔ آپ کی تصانیف کا تمام تر حصہ خالصتاً دینی اور اصلاحی موضوعات سے متعلق ہے۔ زیادہ تر کتب علم حدیث' علم قرآن' علم کلام وعقائد' اصلاح وتربیت اور رد مذاہب باطلہ سے متعلق ہیں' علم حدیث کی جو خدمت آپ نے سرانجام دی وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ خدمت حدیث کے سلسلے میں "فیض الباری" شرح بخاری اور ترجمان السنہ آپ کے علمی کارنامے ہیں۔

فیض الباری شرح بخاری کی ترتیب واشاعت:

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے زمانہ تدریس کے دوران میں مولانا سید بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن ہمام کی کتاب زاد الفقیر پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام مستزاد الحقیر ہے۔ آپ اس نام کی خوبی سے ہی اس حاشیہ کی نفاست کا اندازہ فرمائیں۔

حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد فیض الباری جیسی اہم تالیف کے لئے قدرت نے حضرت کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت انہی کے سپرد کی گئی۔ چنانچہ حضرت نے اپنے ضعیف کاندھوں پر اس اہم کام کو اٹھایا اور جس طرح اس کو انجام دیا وہ علمی طبقے کے سامنے ہے۔

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب نے جہاں دوسری دینی وعلمی خدمات انجام دی ہیں وہاں فیض الباری شرح بخاری چار ضخیم جلدوں میں جو حضرت شیخ امام العصر علامہ کشمیری کی تقاریر درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے اور ترجمان السنہ اردو میں' خدمت حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ بے نظیر شاہکار ہیں جو رہتی دنیا تک ان کی زندہ یادگار اور اہل علم ودین کے طبقے میں منبع فیض بنے رہیں گے۔ ان شاءاللہ

جواہر الحکم کے نام سے احادیث نبویہ کا ایک مجموعہ جو عصر حاضر کی عوامی اصلاحی خدمت کے طور پر انتہائی دل نشیں تشریحات کے ساتھ تالیف فرمایا ہے۔ تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ ان کی آخری تصنیف ہے اور ان کے شرح صدر کا نمونہ ہے۔

جامع العلوم بہاولنگر کی تاسیس:

مولانا بدر عالم نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں 17 سال حدیث کا درس دیا۔ پھر وہاں سے تشریف لے آئے۔ مشیت ایزدی کے تحت اور وہ اس لئے کہ ایک دوسرے مقام پر دریا بہانا منظور تھا۔ چنانچہ حضرت بہاولنگر تشریف لے گئے۔ جہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور دو درختوں سے عبارت تھا۔ اب وہاں بڑا مدرسہ ہے جس کا نام جامع العلوم ہے۔

جامع العلوم بہاولنگر میں تقریباً ایک سال تدریسی وعلمی خدمات انجام دینے کے بعد 1326ھ مطابق 1943ء میں حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب اس ادارے ندوۃ المصنفین سے وابستہ ہوئے اور بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیئے۔

ندوۃ المصنفین دہلی سے تعلق:

عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو میں کتاب وسنت اور سیرت وتاریخ اسلام کی وسیع تر

اشاعت کے لئے فضلائے دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید بدر عالم مہاجر مدنی، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ندوۃ المصنفین دہلی کی بنیاد ڈالی یہ چاروں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے ہونہار تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند ہیں ان کی مساعی سے ندوۃ المصنفین دہلی نے اردو میں جو مفید دینی لٹریچر شائع کیا اس لٹریچر کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اکابر دیوبند نے عربی اور اردو میں کتاب وسنت اور فقہ کی اشاعت وتبلیغ میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اس کے مقابلے میں کسی دوسری ایک جماعت یا سب جماعتوں کے دینی لٹریچر کو ملا کر بھی مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

دارالعلوم ٹنڈوالہ یار کا قیام:

ابھی تو آپ ہندوستان کے دینی اداروں میں علم کے دریا بہا رہے تھے اور طالبان علم کو سیراب وشاداب فرما رہے تھے کہ تقسیم ہند ہوگئی اور آپ اپنے اساتذہ ومعاصرین شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے ساتھ پاکستان تشریف لے آئے۔

یہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ نے دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مرکزی دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور اس اہم کام کے لئے ان کی نظر انتخاب اپنے مایہ ناز تلامذہ حضرت سید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری جیسے قابل یکتائے روزگار حضرات پر پڑی اور اس اہم کام کے بارے میں سوچنے کے لئے 9 محرم الحرام 1369ھ مطابق یکم نومبر 1949 کے اواخر میں علامہ شبیر احمد عثمانی کے ایماء پر مولانا احتشام الحق نے پاکستان کے اہل علم وفضل دیندار حضرات کو کراچی آنے کی دعوت دی۔

اس دعوت پر کئی علماء تشریف لائے اور یہ اجتماع پاکستان کے علماء کا نمائندہ اجتماع ثابت ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس کے ممتاز ارکان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی اور مولانا احتشام الحق تھانوی علماء شامل تھے۔

اس اجتماع میں مرکزی دارالعلوم کی ضرورت اور اس کی نوعیت دارالعلوم کے لئے کسی مناسب مقام کا انتخاب تعلیمی نظام اور سرمایہ کی فراہمی وغیرہ امور پر غور کیا گیا۔ تعلیمی نظام اور مناسب ولائق حضرات کے انتخاب کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو حسب ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی وغیرہ علماء شامل تھے۔ اس اجتماع کے بعد دارالعلوم کے عملاً قیام کے لئے صرف چند ماہ باقی رہ گئے تھے کہ اچانک شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی وفات کا اعصاب شکن اور روح فرسا حادثہ پیش آیا اور اس آفتاب علم وعمل کے غروب ہو جانے سے علمی ودینی حلقے میں جو خلا پیدا ہوا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی رحلت کے بعد خطرہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی کی وفات سے مرکزی دارالعلوم کے قیام کے عزم میں ضعف پیدا ہو جائے گا اور حضرت کی اس خواہش کو بھی شاید عملی جامہ پہنایا جاسکے گا مگر شیخ الاسلام کی اس عظیم تمنا اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب میدان عمل میں نکلے اور دارالعلوم کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا۔ ان حضرات کی سعی وکاوش سے بہت جلد حضرت علامہ عثمانی کی یہ خواہش پوری ہوگئی۔

ایک صاحب ثروت حاجی محمد سومار صاحب مرحوم نے 126 ایکڑ اراضی دارالعلوم کی بنیاد کے لئے وقف کرنے کی پیش کش کی جسے مجلس شوریٰ نے بخوشی منظور کرلیا اور ان دونوں حضرات کے ہاتھوں اس مرکزی دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا جو پاکستان میں ثانی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت اختیار کر گیا۔ پھر مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی، حضرت مولانا یوسف بنوری اور حضرت مولانا مالک کاندھلوی جیسے قابل اور یکتا اہل فن اور ارباب علم وفضل کی دارالعلوم میں موجودگی سے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار کو چار چاند لگ گئے اور بہت جلد ملکی اور غیر ملکی طلباء بڑی تعداد میں جمع ہوگئے۔

دستور اسلامی کے تدوین میں حصہ:

قیام پاکستان کے بعد سب سے بڑا اور اہم کام اس کے دستور کی ترتیب، تدوین کا مسئلہ تھا۔ اس کے لئے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس مہم کا آغاز فرمایا تھا اس میں سب سے اہم کردار جن ممتاز علمائے کرام نے ادا کیا ان میں شیخ الاسلام علامہ ظفر عثمانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت:

قدرت نے اپنے اس محبوب ترین بندے کو پھر سرزمین پاکستان سے نکال کر اس سرزمین مقدس پر پہنچا دیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند فرمایا تھا۔ یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے اگر ان کو لکھا جائے تو مضمون طویل ہوتا ہے اس لئے سب کو ترک کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مسجد نبوی میں درس حدیث:

حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے معتمد علیہ اور مخصوص ترین تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامع العلوم بہاولنگر اور دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں درس حدیث دیا۔ پھر عشق نبوی کی کشش نے آپ کو مدینہ طیبہ کھینچ بلایا۔

ارض مقدس میں آپ پوری جمعیت خاطر کے ساتھ علمی وعملی مشاغل میں مصروف ہوگئے اور آخر دم تک روضۂ رسول کے سایہ میں بیٹھ کر مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے رہے جس میں علماء حجاز نے بھی آپ سے اکتساب علمی کیا اور آپ کے علمی فیوض کے ساتھ مدینہ منورہ میں آپ کا روحانی فیض بھی جاری رہا۔

آخری معمولات اور ہدایات:

حضرت کی ساری زندگی درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزری۔ اس دوران میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مگر دینی و علمی خدمات میں مصروف رہے۔ زندگی کے آخری سالوں میں مدینہ منورہ ہجرت فرمائی وہاں بھی درس و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور تالیف کے سلسلے میں ایک نئی جگہ میں جو صعوبتیں ہو سکتی ہیں ان کا پیش آنا ضروری تھا لیکن پھر بھی قدرت نے بہت مساعدت فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت 53ء میں حج سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا۔ جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی انگلی شہید ہوگئی اور سر میں بھی زخم آئے اور دائیں ہاتھ میں بہت بڑی چوٹ آئی، بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ تقریباً چھ گھنٹے جنگل میں ہی پڑے رہے۔ پھر خدائی مدد آئی اور چند عرب پہنچے اور انہوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدہ لے جاؤ، کار کا چورا ہو چکا تھا لیکن قدرت خدا انجن بالکل ٹھیک تھا۔ فوراً الجنادی ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ چونکہ حضرت کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ کی جدائی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی جان ہے۔ بس دسویں ہی دن مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس حادثہ کے بعد ضعف بہت ہوگیا تھا۔ جس قدر خون نکل گیا تھا اس کی تلافی نہ ہوسکی اور آخری چار سال تو بالکل بستر علالت پر رہے۔ نماز تک لیٹ کر اشارہ سے ادا فرماتے تھے۔ کھانا بالکل نام کو تھا یعنی روٹی، گھی، مصالحہ، پھل وغیرہ سب بند، بس انجکشن اور طاقت کی ادویہ اور غذائیں ایسی ہوئی اشیاء ہوتی تھیں۔ اتنی شدید علالت میں بھی چوبیس گھنٹے ان کو اسی کا خیال لگا رہتا تھا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صورت سے زیادہ فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے۔

علالت اور رحلت:

حضرت کے مرض کا زمانہ جس قدر طویل ہوگیا انتہائی ضعف و نقاہت بھی بڑھتی گئی۔ چار سال صاحب فراش رہے۔ مسلسل علاج ہوتا رہا۔ ڈاکٹر صاحبان اتنی محنت سے منع کرتے تھے جو وہ مخلوق خدا کی اصلاح میں فرمایا کرتے تھے لیکن آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس طرح تبلیغ دین ہی میں جان بھی نکل جائے تو کیا غم ہے۔

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

وفات سے چند ہفتے قبل آخرت نظر آنا شروع ہوگیا تھا۔ فرماتے تھے جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم دیکھو تو تم برداشت نہیں کرسکتے۔

یکم رجب المرجب 1385ھ 29 اکتوبر 1965ء شب جمعۃ المبارک میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے برضا و تسلیم جان جان آفرین کے سپرد کردی اور لقاء اللہ کو اختیار فرمایا۔

من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ انا للہ
وانا الیہ راجعون

وفات کے بعد چہرہ مبارک اس قدر منور اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ جس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہ دینا ناممکن ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ادا ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ جنت البقیع میں امہات المومنین کے عین قدموں میں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔ اس کی ان کو بہت تمنا تھی جو اللہ رب العزت نے پوری فرمادی۔

ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی ہوس ہے جو دل میں عمر کے تھی
ہو جائے گر نصیب غلام غلام کو

اس طرح یہ بدر کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کر رہا تھا۔ عالم دنیا میں غروب ہوگیا اور عالم آخرت میں طلوع ہوگیا اور وہ منبع علم و فیض و برکات جس سے مخلوق خدا فیضیاب ہو رہی تھی ظاہری طور سے بند ہوگیا اور اس عالم میں اس دیدار سے بھی محروم ہوگئے۔

جملہ احباب کو حضرت کی نصیحتیں:

میرے جملہ احباب ہر سنت پر پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت اللہ کو محبوب ہے۔

میری جانب سے سنت کی پختگی تاکید ہے اس سے بڑھ کر بدعت سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے کیونکہ بدعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے اس سے بڑا اور کیا نقصان ہوسکتا ہے۔

بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور رہنا چاہیے۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے سحقاً سحقاً لمن بدل بعدی۔۔۔ یعنی جنہوں نے میرے بعد دین میں کوئی تبدیلی کی اور بدعت پھیلائی وہ مجھ سے دور دور ہیں۔

بدعت ایجاد کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہمارا کامل دین گویا ابھی ناقص ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی کسی کی بیشی کی گنجائش ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گویا نبوت کی ضرورت باقی ہے اور یہ ختم نبوت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے بدعت کا اثر نہ صرف مسلمان کے اعمال پر ہوتا ہے بلکہ اس کے عقائد پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے بدعت میں غلو کرنے سے یعنی اس کی زیادتی سے سوء خاتمہ کا بھی اندیشہ ہے۔

☆☆☆

تقویٰ کی پانچ برکات

☆۔۔۔۔اللہ تعالیٰ متقی کے لئے دنیا و آخرت کے مصائب، مشکلات سے نجات عطا فرماتے ہیں۔ نجات کا راستہ نکال دیتے ہیں۔

☆۔۔۔۔اس کے لئے رزق کے ایسے دروازے کھول دیتے ہیں کہ جن کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں جاسکتا۔

☆۔۔۔۔اس کاموں میں آسانی پیدا فرمادیتے ہیں۔

☆۔۔۔۔اس کے گناہوں کا کفارہ کردیتے ہیں۔

☆۔۔۔۔اس کا اجر بڑھا دیتے ہیں۔

مراسلہ: قاری عبدالغفار، جامعہ مسجد صدیقیہ ستیانہ روڈ۔۔۔۔ فیصل آباد

نوجوانانِ ملت کی ذمہ داریاں

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

انهم فتية آمنوا بربهم

نوجوان کی دعا:

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کے لئے اپنی قوم سے بھاگ نکلے کہ کہیں وہ انہیں دین سے نہ بہکا دیں۔ ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدا ہم پر اپنی جناب سے رحمت فرما۔ ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔
(ابن کثیر)

اس دور کے نوجوانوں کو دعوت فکر دینے کے لئے قرآن کریم نے ایک بہترین بیان کردہ واقعہ مختصر بیان کیا ہے جنہوں نے اپنے دین کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ نوجوانو......! کیا تم اللہ کے دین کے لئے اپنی خواہش قربان نہیں کر سکتے......؟

یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے۔ ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے۔ اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ بڑا سرکش اور سخت شخص تھا سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔ یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے۔ انہوں نے وہاں جب یہ تماشہ دیکھا تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ بت پرستی محض باطل اور لغو چیز ہے' عبادتیں اور ذبیحے صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں جو آسمان اور زمین کا خالق اور مالک ہے۔ پس یہ لوگ ایک ایک کر کے وہاں سے سرکنے لگے۔ ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے۔ دوسرے بھی یہیں آ گئے' تیسرے بھی آئے' چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں آ گئے۔ حالانکہ ایک دوسرے سے تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا۔ اب سب خاموش تھے۔ ایک کو دوسرے کا ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتا دوں تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اسی طرح قوم کی احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بیزار ہے۔

آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو آخر کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے۔

اس پر ایک نے کہا کہ بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جبکہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ ہے تو پھر ہم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کیوں کریں......؟ دوسرے نے کہا کہ خدا کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے۔ تیسرے نے بھی یہی کہا......جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو ہر ایک کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ یہ سب روشن خیال موحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ خیر خواہ بن گئے۔ آپس میں اتحاد اور اتفاق ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے۔

رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم اور مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایات پیش کیں۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے نہایت ہی دلیری سے توحید اور اپنا مسلک بیان کیا۔ بلکہ بادشاہ اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی' دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا مالک اور خالق ہے۔ ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں۔ ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں۔ اس لئے کہ شرک نہایت ہی باطل چیز ہے۔ ہم اس کام کو کبھی نہیں کریں گے۔ یہ نہایت ہی بے جا بات ہے اور لغو حرکت اور ٹیڑھی راہ ہے۔ یہ ہماری قوم ہے اللہ کے سوا اوروں کو پکارتی اوروں کی عبادت میں مشغول ہے جس کی یہ کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتی۔ پس یہ ظالم اور کاذب ہیں۔

کہتے ہیں کہ ان کی صاف گوئی اور حق سے بادشاہ بگڑا۔ انہیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انہیں بہت سخت سزا دوں گا۔ اب ان لوگوں کے دل اور بھی مضبوط ہو گئے لیکن انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اس لئے انہوں نے قوم' دیس اور کنبے' رشتے کو چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ یہی حکم بھی ہے کہ انسان دین کے خوف کے وقت ہجرت کر جائے۔

حدیث ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہو جائیں' جنہیں لے کر دامن کوہ اور مرغزاروں میں رہے ہے اور اپنے دین کے بچاؤ کی خاطر بھاگتا پھرے۔ پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے۔ ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی زبردست بربادی کا خوف نہ ہو تو جنگلوں میں نکلنا مشروع نہیں ہے کیوں کہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔

جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی دینے پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی۔ فرما دیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے الگ ہو جاؤ۔ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو' تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہو گی۔ وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہ سے چھپائے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرمائے گا۔

پھر یہ لوگ موقع پا کر یہاں سے نکل گئے اور پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے۔

بادشاہ اور قوم نے ہر چند ان کو تلاش کیا لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ نے ان پر اندھا پا ڈال دیا۔

دیکھئے یہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا۔ آپ مع اپنے رفیق خاص اور یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے۔ مشرکین نے بہت کھوج دوڑ دھوپ کی تگ و دو میں کوئی کمی نہ کی..... لیکن حضرت ان کو پوری کوشش اور سخت تلاش کے نہ ملے۔ اللہ نے ان کی بینائی چھین لی آس پاس سے گزرتے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پریشان ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اگر تم میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد نہ کرتے تو کیا ہوا..... جب کافروں نے اسے نکال دیا تو میں نے آپ اس کی امداد کی۔ جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکینت ان پر نازل فرما دی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے۔ آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا۔

اللہ عزت و حکمت والا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعے سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر سورہ کہف)

نوجوانان قریش اور اسلام:

یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آ گئے۔ قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ نوجوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرأت سے مائل نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوان کی جماعت تھی۔ اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔

(تفسیر ابن کثیر سورہ کہف)

دعوت فکر:

اے نوجوانو..... یہ جوانی عبادت کا موقع ہے یہ اطاعت کا وقت ہے جوانی کو غنیمت جانو پھر ہاتھ نہیں آئے گی۔

فرض ہے ہم پر کہ ان نازک ترین حالات میں باندھ کر سر کفن اشرار کو ننگا کریں

نوجوان اور فرمان خیر الانام (ﷺ):

جوانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی خطابات فرمائے۔ میں صرف چند ہی کا ترجمہ کرتا ہوں۔

☆ خدا اس نوجوان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس میں جوانی کی شورشیں نہ ہو۔

☆ گناہوں سے تائب نوجوان کو اللہ محبوب رکھتا ہے۔

☆ خداوند کریم جوان عبادت گزار پر فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ اس نے صرف میرے لئے جوانی کے جذبات اور اس کے تقاضوں کو کچل دیا ہے۔

☆ جو بچہ علم اور عبادت کے عالم میں جوان ہوا قیامت کے دن اس کو بہتر (72) صدیقین کا ثواب ملے گا۔

☆ جو شخص ابتدائے شباب (جوانی) میں شادی کرے تو اس کا شیطان چیخیں مارتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے اس نے اپنا دین مجھ سے محفوظ کر لیا۔

☆ قیامت کے دن سات آدمی اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوں گے۔

ان میں ایک نوجوان وہ ہو گا جس نے اپنی جوانی اسلام کے مطابق بسر کی۔

☆ قیامت کے دن ہر شخص سے پانچ اہم سوال ہوں گے۔ ان میں جوانی کے متعلق بھی ہو گا کہ اس کو کہاں ضائع کیا۔

نوجوانو اپنے سرداروں کی طرح زندگی بسر کرو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

نوجوانو..... یاد رکھو کہ جنت میں سب ہی نوجوان ہوں گے۔ یہ خصوصیت اس کے لئے ہو گی کہ جن کی وفات جوانی کی حالت میں ہو گی وہ ان دونوں کی سرداری میں ہوں گے۔

نوجوانو..... اتم اپنی جوانی کو ان دونوں پیارے نوجوانوں کی طرح بسر کرو انشاء اللہ العزیز آپ پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرماتے ہوئے جنت میں ان دونوں حضرت کی معیت میں داخل فرمائیں گے۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے یہ دولت نصیب فرما۔

حضور (ﷺ) کی بے داغ جوانی نوجوانان ملت کے لئے راہ عمل:

کون ایسا باکمال مصور ہے جو اپنے موئے قلم کی جنبشوں سے نواح عرب کے اس پاکباز نوجوان کی تصویر کھینچے جس کی حیا سے دنیا کو پارسائی کا سبق ملے۔ جس کے لب گلے سے نا آشنا ہوں۔ جس کا ہلکا سا تبسم اندھیرے کو اجالا کر دے۔ ہاں مصور رنگوں کی آمیزش میں اعتدال پیدا کرتا ہے تاکہ پاک صورت میں نیک سیرت اس طرح جھلکتی نظر آئے کہ یہ تصویر نور کا جلوہ دکھائی دے۔ چہروں کے نقوش قلب کی بہترین کیفیتوں کی آئینہ دار ہوں۔ روئے روشن سے فاتح کی شان پیدا ہو۔ مگر شان سے تکبر ہویدا نہ ہو وہ اہل دنیا کو دکھوں میں مبتلا دیکھ کر اندوہ گین نظر آئے۔ مگر زمانہ کی تلخیوں سے سرکہ جبیں نہ ہو۔

کوئی ایسی تصویر بنائے جو مادیت کی آلودگیوں سے پاک ہو۔ اور اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو..... لیکن اس عمل سے عاری ہو اور عزم سے خالی انسان کا گمان نہ ہو سکے بلکہ اس کے سکوت میں ہنگامے ہوں اس کے دل کشا طیوروں میں مشکل کے ارادے چھپے ہوں۔ وہ سادہ لباس میں ہوں مگر آنکھوں میں قناعت کی کائنات بھری ہو اس کی بھرپور جوانی پر متناسب اعضاء و دلنشاط عادات محفوظ زندگی کی شہادت دیتے ہوں۔

(محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی کے ذکر سے دل کو سرور ملتا ہے
نظر کو روشنی ایمان کو نور ملتا ہے

آج کا نوجوان والدین اور اساتذہ کے لئے دعوت فکر:

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ کائنات ارضی میں کسی قوم

کا قیمتی سرمایہ حقیقتاً نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ یہی مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو ایک اجمالی خاکہ میں ایک نظر والدین اور اساتذہ کی ان کی طرف کرائی جارہی ہے۔ ابتدائی مرحلے میں والدین کی پاکبازی اور نیک طینی بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ والدین کا ذاتی کردار بچے میں منعکس ہوتا ہے۔ مشاہدہ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ جن والدین نے زندگی میں پاکبازی کو اپنایا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی اور نواہی سے اجتناب کیا۔ ان کی عملی زندگی میں اسلامی روح کارفرما رہی۔ کنبے کے سربراہ کی حیثیت سے باپ نے رزق حلال کا کسب کیا۔ بیوی بچوں کے حقوق اور ذمہ داری پوری کی اور ان فرائض میں کوتاہی نہیں برتی۔ ان کے بچے بھی قدرتی طور پر پاکباز فطرت کے حامل ہونگے۔

بندہ جب اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا پابند ہوتا ہے اور صحیح معنوں میں فرمانبردار بن جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے صالح اور نیک اولاد کے انعام سے نوازتا ہے۔ یہ ذات خداوندی کی عنایت اور احسن الجزاء ہوتی۔ والدین کے نیک ہونے کے اثرات اولاد میں پائے جاتے ہیں۔

عربی کا مقولہ ہے ...... کل شئی یرجع الی اصلہ ...... یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ کوزے میں سے وہی کچھ ٹپکتا ہے جو کہ اس میں ہو۔ پانی ہوگا تو پانی نکلے گا' دودھ ہوگا تو دودھ معاشرے میں اچھے خاندان کا پس منظر اسی وجہ سے پسندیدہ ہے۔ آدمی کا کردار پرکھتے ہوئے دیکھا جاتا ہے کہ یہ شخص کس خاندان سے ہے۔ خاندان کا اخلاقی پس منظر کیا ہے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کی مثالوں سے بھری پڑی ہے اور عصر حاضر کے مشاہدات میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں ایک اللہ کا ولی دریا کے کنارے جا رہا ہے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ دریا میں بہتا ہوا سیب نظر آتا ہے' پکڑ لیتا ہے اور فوراً کھا لیتا ہے۔ خیال آیا کہ اس کا مالک کون ہوگا۔ اس کی اجازت کے بغیر کھالیا' یہ غلط ہوا۔ اس وجہ سے وہ واپس کنارے کنارے چل پڑتا ہے۔

تھوڑی دور جا کر اسے دریا کے کنارے باغ دکھائی دیتا ہے جس میں سیب کے درخت ہیں۔ اسے یقین ہو جاتا ہے کہ سیب یہیں سے پانی میں گرا ہے۔ مالک کو ملتا ہے اس سے سیب بغیر اجازت کھانے کی معافی طلب کرتا ہے۔ مالک اجنبی شخص کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھتا ہے' اسے شرافت و پاکبازی کا پتہ دکھائی دیتا ہے۔ تھوڑی توقف کے بعد اسے کہتا ہے کہ معافی مشروط ہوگی وہ شرط دریافت کرتا ہے تو اسے بتایا جاتا ہے کہ اسے اس کی بیٹی سے شادی کرنا ہوگی جو کانوں سے بہری ہے' آنکھوں سے اندھی ہے اور زبان سے گونگی ہے وہ قبول کر لیتا ہے۔ شادی کے بعد جب وہ بیوی کو دیکھتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے کہ اس کی خوبصورت آنکھیں ہیں' بہری نہیں ہے اور گونگی نہیں ہے۔ بلکہ وہ شرم وحیا کی ایک تصویر ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اندھی یوں ہے کہ شرم وحیا کی ایک تصویر ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اندھی یوں ہے کہ اس کی آنکھ نے کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا۔ اس کے کانوں میں غیر محرم کی آواز نہیں پڑی اور زبان اور ہاتھ پاؤں کبھی کسی کبیرہ گناہ میں ملوث نہیں ہوئے' میاں کس کردار کا مالک ہے اور بیوی کس قدر پاک طینت ہے۔ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات وہ وقت کا غوث بنتا ہے ماں ولیہ۔

ایسے ہی ایک ماں اپنے بچے کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہے ماں قرآن مجید کی حافظہ ہے۔ وہ چکی چلاتے ہوئے تلاوت کرتی رہتی ہے۔ بچہ جب شعوری عمر کو پہنچتا ہے تو اسے قرآن مجید زبانی یاد ہوتا ہے اور آگے چل کر ولی زمان بنتا ہے۔

موجودہ دور میں گرد وپیش میں ایسے بہت سے افراد مل جائیں گے جن کے ہاں ایسی ہی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ معاشرہ ایسے افراد سے کبھی بھی خالی نہیں ہوا۔

دوسرے درجے پر سن شعور کو پہنچنے پر اس کی تعلیم وتربیت کا مرحلہ آتا ہے۔ جس قدر نیک والدین ہوں گے اس قدر کوشش کریں گے کہ بچے کو ابتدائی تعلیم بہتر ماحول میں دی جائے اور تربیت احسن طریق پر تاکہ نیکی کی ترغیب حاصل کرلے۔ اس وقت بچے کی تختی صاف ہوتی ہے اور جو باتیں وہ اس وقت سیکھے گا ان کا نقش بہت گہرا اور انمٹ ہوگا۔ گلی محلے کا ماحول بچے کو بہت خراب کرتا ہے۔ اس لئے اس کو اچھا ماحول مہیا کرنا والدین کا فرض بنتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اچھے ماحول کے حامل ادارے میں اچھے اساتذہ کی نگرانی میں دلانا چاہیے۔ اس کے بعد ثانوی تعلیم کا مرحلہ آتا ہے کہ جب بچے کو ذرا وسیع ماحول اور سوسائٹی سے پالا پڑتا ہے یہاں بھی والدین کو اساتذہ کے تعاون سے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ واقعی بچے کو تعلیم صحیح اور درست ماحول میں دی جارہی ہے اور اس کی صحبت کیسے بچوں کے ساتھ ہے۔ اس سلسلے میں ان کی طرف کوتاہی برتنا بہت خطرناک نتائج پیدا کرسکتا ہے۔ پھر اعلیٰ ثانوی درجے کی تعلیم ہے۔ جہاں ذرا وسیع تر ماحول ملتا ہے یہاں نگرانی ذرا مشکل ہوجاتی ہے۔

مگر والدین کو اس کا احساس کرتے ہوئے اس کے لئے کوشاں رہنا ہے اور پھر بچے کو ایک بہت ہی وسیع سوسائٹی ملتی ہے جس میں گمراہی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

یہاں نگرانی والدین کے لئے زیادہ مشکل ہو جاتی ہے مگر ناممکن نہیں' اگر والدین ادارے کی انتظامیہ اور اساتذہ اشتراک عمل سے کوشش کریں تو بچوں کو اس ماحول میں بھی جملہ امراض اور قباحتوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

یہاں پر نصابی اور غیر نصابی سرگرمی میں حصہ لیتا ہے۔ جہاں برائی کے جراثیم بہت ہوتے ہیں بلکہ بعض منظم ادارے بچوں کو گمراہ کرنے کے لئے مالی وسائل کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس اسٹیج پر خود ادارہ اساتذہ اور والدین مل کر مخلصانہ کوشش کریں۔ تب ہی اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ بعض شرپسند اور تخریب کار عناصر سرگرم ہوتے ہیں اور انہیں بعض سیاسی جماعتوں کی اشیر باد اور پشت پناہی حاصل ہوتی ہے وہ مالی ترغیبوں سے اسلحہ اور غنڈہ گردی کے بل بوتے پر ان نوجوانوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مقام افسوس ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں جو کہ خالص اسلامی نظریے کے تحت معرض وجود میں آیا۔ بعض ایسی سیاسی جماعتیں کام کررہی ہیں جو سرے سے اس نظریے ہی کی قائل نہیں جو اس ملک کی تشکیل کی بنا ہے اس کے پاس بے پناہ وسائل ہیں بلکہ ان کے پیچھے غیر ممالک کے نظریات اور سرمایہ بھی کام کررہا ہے۔

والدین اگر تلاش معاش کے سلسلے میں بہت

مصروف ہیں اور ان کے پاس بچوں کی نگرانی کے لئے وقت نہیں ہے مگر اس کے باوجود انہیں موقع کی نزاکت کے پیش نظر وقت نکالنا چاہیے اور تعلیمی ادارے کی انتظامیہ اور اساتذہ کا تعاون حاصل کرتے ہوئے باہمی اشتراک عمل میں ان عوامل کا مقابلہ کرنا چاہیے جو بچوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

تعلیم کے مقدس پیشے میں ایسے افراد ہی کو آنا چاہیے جو ایک مشن سمجھ کر پڑھائیں۔ دنیاوی مفادات کے بجائے مشنری سپرٹ ان کے پیش نظر ہو استاد کو معمار قوم کہا جاتا ہے اسے قوم کی تعمیر کرنا ہوتی ہے یا اپنے پیشے سے مخلص ہونا چاہیے۔

بدقسمتی سے بعض ایسے افراد جو تلاش معاش میں دوسرے پیشوں میں اپنی جگہ نہیں پا سکتے تو اس پیشے میں آ گئے۔ کسی مضمون میں ماہر ہونا کافی نہیں بلکہ وہ جذبہ درکار ہے جو ایک معمار قوم کے لئے ضروری ہوتا ہے جو افراد پیشے سے مخلص نہیں وہ اس پیشے میں کوئی رول ادا نہیں کر پاتے۔

علاوہ ازیں نصاب تعلیم بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم ایک اسلامی ملک کی ضروریات کے مطابق ہونا چاہیے۔ پاکستان ایک مخصوص نظریے کے تحت معرض وجود میں آیا۔ اس لئے اس کا نصاب تعلیم ایسا ہونا چاہیے جو طالب کو ایک اچھا مسلمان اور پاکستانی شہری بنائے۔ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تحریک پاکستان کب شروع ہوئی کون کون سے اکابرین نے اس میں کام کیا کون کون سی تنظیموں نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پاکستان کن حالات اور کس قدر قربانیوں سے بنا۔ اسے ابتداء میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا نصاب میں سیکولرازم کے جراثیم کی موجودگی اس کا مسموم نیت کا پتہ دیتی ہے۔

ہمارا نوجوان پکا سچا مسلمان کیوں نہیں بنا......؟ اس میں حب ملک وملت کا فقدان کیوں ہے......؟ کون سے عوامل اس پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس کا بھی کوئی چارہ وعلاج کرنا ہوگا۔ معاشرے کے اندر ایک اور بیماری وبائی شکل اختیار کر چکی ہے وہ ہے کیبل اور وی سی آر کی بیماری۔ کیبلوں میں فحش گانے اور فلموں میں عریانی اور مار دھاڑ نوجوان نسل پر بہت مضر بلکہ مہلک اثرات ڈال رہے ہیں والدین کو اس کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے اور بچوں کو ان سے محفوظ کرنا چاہیے جو ان کے اخلاق کو تباہ وبرباد کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ذرائع ابلاغ اخبارات اور رسائل وغیرہ بھی بچوں میں منفی اثرات پیدا کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ ان میں بعض غلط عناصر گھس بیٹھے ہیں جو نوجوانوں کو میٹھے زہر کی گولیاں کھلا کر ان کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں۔ اچھی الیکٹرانک میڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن بھی نوجوانوں کے اخلاق کی تعمیر میں بہت اہم کردار کر سکتا ہے۔

لہٰذا ان کے ذریعے بچوں کے اخلاق سنوارنے کا کام لینا چاہیے جب کہ میڈیا میں بھی غلط قسم کے لوگ پہنچ چکے ہیں۔ جو ایک منظم سازش کے ذریعے سفلی جذبات ابھار کر نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ کر رہے ہیں۔ والدین کو بچوں پر ان کے مضر اثرات سے بچانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کلچر اور ثقافت کے نام پر مخرب اخلاق پروگرام کئے جا رہے ہیں۔ ان سے نوجوانوں کو بچانا ضروری ہے۔

قوم میں مایوسی اور بے عملی پیدا کرنے کے لئے منشیات کی بھی یلغار جاری ہے۔ اگرچہ اس کی لعنت سے بھی ملک خالی نہیں مگر پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں یہ زبردست تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے والدین اساتذہ اور اصلاح معاشرہ کے نام پر کام کرنے والی تنظیموں کا فرض ہے کہ اس یلغار کا مقابلہ کریں اور نوجوانوں کو اس لعنت سے نجات دلائیں۔ زندگی کے حقائق سے فرار حاصل کرنے کے لئے جو لوگ اس کا شکار ہو چکے ہیں ایک منظم تحریک کے ذریعے جگہ جگہ اصلاحی سنٹر کھول کر ان کا علاج کیا جائے۔ اس وبا سے لاکھوں ہنستے کھیلتے اور آباد گھر برباد ہو چکے ہیں اور نوجوان کی ایک خاص تعداد منشیات کی عادی ہو چکی ہے۔ تعلیمی اداروں کے باہر پارکوں اور تفریح گاہوں میں اور دیگر پبلک استعمال کی جگہوں میں اس کے جراثیم کی کمین گاہیں پائی جاتی ہیں۔ معاشرے کا ہر فرد اپنے اپنے دائرہ کار کے اندر ان جراثیم کے قلع قمع کرنے میں اپنا کردار بھرپور انداز میں کرے...... تب ہی اس برائی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ (ماخوذ از مقالہ پروفیسر عبدالغفور عابد)

حضرت علامہ اقبال کا خطاب نوجوانوں سے:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

حکیم الامت علامہ محمد اقبال مرحوم کی امیدیں ملت کے نوجوانوں سے وابستہ ہیں وہ جوانوں کو اپنی آہ سحر دینا چاہتے تھے ان کی آرزو تھی کہ ان کا نور بصیرت عام ہو جائے۔

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

اقبال کے نزدیک زندگی ذوق پرواز ہے۔

سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوق پرواز ہے زندگی

اس لئے اقبال نوجوانوں کو سوز آرزو اور جستجو کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغ کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے

لیکن انہیں جوانوں کی زندگی میں جب جمود نظر آتا ہے جب وہ انہیں شہید نہیں پاتے تو بے اختیار قلب کی گہرائیوں سے آواز نکلتی ہے۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

قارئین محترم! بلند پروازوں کے لئے بلندیوں پر نظر بھی ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے اقبال پوچھتے ہیں شاہین ملت کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے کہ تیرے اسلاف کون تھے......؟ تجھے پتہ ہے کہ تو کس گردوں کا ٹوٹا ہوا ستارہ ہے۔

اے رب ذوالجلال! میری قوم کے نوجوانوں میں پھر کوئی خالد بن ولید پیدا کر۔

اے میرے اللہ! ان کو طارق بن زیاد جیسے ہمت دے۔ اے مالک کائنات انہیں محمد بن قاسم جیسے جانباز عطا کر ان کے دلوں میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا جذبہ قربانی پیدا کر۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

تحریک آزادئ کشمیر اور آج کا نوجوان:

اگر ہم تھوڑا سا عالمی حالات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر جگہ مسلمان ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اور دنیا میں اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اپنا کوئی وزن نہیں رکھتے اور ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ ہم نے قرآن وسنت سے راہنمائی لینا چھوڑ دی ہے اور دوسروں کے دست نگر ہو گئے ہیں۔ اسی وجہ سے آج افغانستان، فلسطین، سری لنکا، ہندوستان اور دنیا میں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں ان پر ظلم وستم ہو رہا ہے۔ یہی کچھ حال مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی کا بھی ہے۔ دراصل تحریک آزادی کشمیر کا نام لیتے ہی ہمارے ذہن میں ایک لمبی تاریخ تازہ ہو جاتی ہے۔ وہ تاریخ جس کو ہزاروں سرفروشان اسلام نے اپنے خون سے رقم کیا ہے۔ یہ تاریخ 1932ء سے شروع ہوئی ہے۔ اس میں کردار بدلتے رہے ہیں لیکن کہانی ایک ہی چل رہی ہے۔ کردار کے بدلنے سے اس تحریک میں کمی نہیں آ رہی بلکہ زیادہ شدت ہی پیدا ہو رہی ہے۔ اور پھر آزادی اور قربانیاں یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ جب بھی آزادی کا نام آتا ہے تو اس کے ساتھ قربانیوں کا ذکر ضرور آتا ہے۔ اور قربانیوں کے تصور کے ساتھ ہی ان شہیدوں کی یادیں ذہن میں تازہ ہو جاتی ہیں...... جنہوں نے آزادئ کشمیر کے لئے اپنی کھالیں اتروائیں اور وہ لوگ بھی یاد آتے ہیں جنہوں نے آج تک آزادی کا نام لینے کے جرم کی پاداش میں اپنی قیمتی جانیں قربان کیں۔ وہ کردار بھی سامنے آتے ہیں جنہوں نے اس جرم کی خاطر اپنی زندگیوں کو جیلوں کی کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر گزار دیا ہے۔ جن کو اپنے والدین کے جنازوں میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جن کو اپنی اولاد کی شادیوں میں شریک ہونے سے روک دیا گیا۔ اور آزادئ کشمیر کے حوالے سے ان کرداروں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جو آج اپنے والدین اور اپنے بہن بھائیوں سے دور جلا وطنی کی زندگی میں آزادئ کشمیر کے لئے بین الاقوامی رائے عامہ ہموار کر رہے ہیں اور پھر آزادی کے لئے قربانیوں کے سلسلے میں ہمیں وہ تمام آرزوئیں اور وصیتیں بھی یاد آتی ہیں جن کو بوڑھے والدین اپنے سینے میں بسائے ہوئے ہی اللہ کو پیارے ہو گئے اور جب مرنے کے قریب ہوتے ہیں تو اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہیں کہ جب کشمیر آزاد ہوگا تو میری قبر پر اونچی آواز سے کہہ دینا کہ کشمیر آزاد ہو گیا ہے تاکہ میری روح کو تسکین مل جائے۔ یہ ہے آزادئ کشمیر کا عشق اور آج ہم اس حوالے سے نوجوانوں کے کردار کا جائزہ لیتے ہیں۔ کیوں کہ نوجوان ہی کسی قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں اور نوجوان کسی بھی قوم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور دنیا میں آج تک کوئی بھی تبدیلی یا انقلاب نوجوانوں کے بغیر نہیں آیا۔

قیام پاکستان کے وقت قائداعظم کا پیغام گھر گھر پہنچانے کے لئے نوجوانوں ہی نے کام کیا۔ جہاد افغانستان کے شروع کرنے میں بھی نوجوانوں کا نام نظر آتا ہے۔ اور آج جہاد کشمیر بھی نوجوانوں نے ہی شروع کیا ہے اور کوئی تحریک ہو اس میں نوجوان ہی ہراول دستے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

آزادی کے حوالے سے دو قسم کے کردار ہمارے سامنے آتے ہیں اور دونوں میں فرق کچھ نمایاں ہی نظر آتا ہے۔ ایک کردار تو مقبوضہ کشمیر کے ان نوجوانوں کا ہے جنہوں نے اپنا سب کچھ آزادی کے لئے قربان کر رکھا ہے جن کا جینا اور مرنا آزادی کے لئے ہے۔ جنہوں نے اپنی جوانی کو جو کہ مستانی ہوتی ہے اور اکثر لوگ عیاشی اور فحش حرکتوں میں گزار دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جوانی فحاشی اور لغویات میں ضائع کرنے کے بجائے اس راستے پر لگایا جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا راستہ رہا ہے۔ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہماری موت آئے تو اسی راستے پر آئے۔ یہ مقدس راستہ جہاد کا راستہ ہے۔

جہاد باطل کو مٹانے اور حق کو غالب کرنے کی کوشش کرتا ہے جہاد دراصل ہر اس کوشش کا نام ہے جس میں بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کا غلام بنانا ہے۔ اس لئے ہر وہ کوشش خواہ وہ قولی ہو یا فعلی، مالی ہو یا جانی سب جہاد کا درجہ رکھتی ہے اور آج مقبوضہ وادی کے ہمارے بھائیوں نے بھی اسی جہاد کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہے۔ آج وہاں ہندوؤں نے ہمارے کشمیری بھائیوں کا جینا دو بھر کر دیا ہے ان کی ہر آزادی کو سلب کر لیا ہے۔ ماؤں کے سامنے ان کے جوان جگر گوشوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ بیٹیوں کی عصمتیں لوٹی جاتی ہیں نوجوان عورتوں کے سہاگ لوٹے جاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو گاڑیوں کے پیچھے باندھ کر گھسیٹا جاتا ہے۔ وہاں پولیس اور فوج لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان کو تنگ کرتی ہے۔ بے گناہ لوگوں کو گولیوں سے بھونا جاتا ہے۔

غرضیکہ ظلم وستم کی انتہا ہو چکی ہے کہ جن کو سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہاں پر ہر قسم کے اظہار رائے پر پابندی ہے۔ اخبارات پڑھنے اور ریڈیو سننے پر پابندی ہے...... لیکن ان سب غیر جمہوری اور غیر انسانی حرکات سے وہاں کی جمہوریت پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

ورنہ صفات ہندو قوم ان سب زیادتیوں کے باوجود ایشیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے راگ آلاپ رہی ہے اور کشمیری مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کے باوجود انسانی حقوق کی علمبردار تنظیمیں ادارے اور وہ ادارے جو اقوام عالم کی حفاظت کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور جو کسی یورپ یا کسی ایسے ملک میں جس سے امریکہ کا مفاد وابستہ ہو ایک چڑیا کے مرنے پر بھی پکار اٹھتے ہیں۔ آج مقبوضہ کشمیر میں ہزاروں قیمتی جانوں کے ضائع ہونے پر آنکھیں بند کئے خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں جیسے ان کو کوئی خبر نہ ہو۔ آخر وہ کیوں چپ ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ اس ملک کی آزادی کی بات کرتے ہیں جہاں ان کا فائدہ ہو۔ اور کشمیر کو آزاد ہو کر پاکستان کے ساتھ شامل ہونا ہے۔

اس طرح پاکستان ایک طاقتور اسلامی ملک بن جائے گا۔ لیکن تمام تر حالات اور مظالم کے باوجود وہاں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں۔ وہاں کا نوجوان جاگ رہا ہے وہاں کے بوڑھے بچے اور عورتیں بھی جذبہ جہاد سے سرشار آزادی کے لئے میدان عمل میں نکل آئی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس ملک کے عوام آزادی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں وہ تحریکیں کبھی ناکام نہیں ہوتیں۔ بلکہ کامیاب ہوا کرتی ہیں اور پھر مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ اور قوت ایمانی کو کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔

(جاری ہے)

ہمارے ہاں درج ذیل کتب دستیاب ہیں

خطبات خالد	جلد اول	علامہ خالد محمود	536 صفحات	240/-
خطبات خالد	جلد دوم	علامہ خالد محمود	448 صفحات	220/-
تجلیات طارق	جلد اول	مولانا طارق جمیل	416 صفحات	180/-
تجلیات طارق	جلد دوم	مولانا طارق جمیل	416 صفحات	180/-
تجلیات طارق	جلد سوم	مولانا طارق جمیل	416 صفحات	180/-
خطبات مکی	جلد اول	مولانا محمد مکی	400 صفحات	180/-
فضائل بیت اللہ		مولانا محمد مکی	144 صفحات	90/-
بنائے کعبہ		مولانا محمد مکی	32 صفحات	20/-
فضائل زمزم		مولانا محمد مکی	48 صفحات	25/-
قرآن اور فاروق اعظم		مفتی عظمت اللہ	80 صفحات	45/-
حدیث اور سنت میں فرق		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	20/-
سنت کا راستہ		علامہ علی شیر حیدری	24 صفحات	20/-
اصحاب کہف		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	20/-
چل سکو تو ساتھ دو		علامہ علی شیر حیدری	40 صفحات	20/-
برکات درود شریف		علامہ علی شیر حیدری	32 صفحات	20/-
سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ		اشرف محمد الوحش	32 صفحات	20/-
سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ		اشرف محمد الوحش	32 صفحات	20/-

بسم اللہ پبلیکیشنز

علی سنٹر فرسٹ فلور منشی محلہ گلی نمبر 8 جھوانہ بازار فیصل آباد

فون: 041-2604175 موبائل: 0300-7610220

CamScanner

بسم اللہ پبلیکیشنز کی مطبوعات